بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 69

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadrqadian.in

شمارہ 47

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

3 ربیع الثانی 1442 ہجری قمری • 19 نبوت 1399 ہجری شمسی • 19 نومبر 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَھُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ نَقِیۡرًا (النساء:125)

ترجمہ: اور مردوں میں سے اور عورتوں میں سے جو نیک اعمال بجالائے اور وہ مومن ہوں تو یہی وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور وہ کھجور کی گٹھلی کے سوراخ کے برابر بھی ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 13 نومبر 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

روحانی پاکیزگی چاہنے والوں کیلئے ظاہری پاکیزگی اور صفائی بھی ضروری ہے کیونکہ ایک قوت کا اثر دوسری پر ہوتا ہے اس لئے لازم ہے کہ کم از کم جمعہ کو غسل کرو، ہر نماز میں وضو کرو، جماعت کھڑی کرو تو خوشبو لگالو

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

طاعون عذاب ہے

اللہ تعالیٰ نے اس کا نام رُجز رکھا ہے۔ رُجز عذاب کو بھی کہتے ہیں۔ لغت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اونٹ کی بُنِ ران میں یہ مرض ہوتا ہے اور اس میں ایک کیڑا پڑ جاتا ہے جسے نَغَفۡ کہتے ہیں۔ اس سے ایک لطیف نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ چونکہ اونٹ کی وضع میں ایک قسم کی سرکشی پائی جاتی ہے تو اس سے یہ پایا گیا کہ جب انسانوں میں وہ سرکشی کے دن پائے جاویں تو یہ عذاب الیم ان پر نازل ہوتا ہے...... اور یہ مرض بھی دیرپا ہوتا ہے اور گھر سے سب کو رخصت کر کے نکلتا ہے۔ اس میں یہ بھی دکھایا ہے کہ یہ بلا گھروں کی صفائی کرنے والی ہے بچوں کو یتیم بناتی اور بے شمار بیکس عورتوں کو بیوہ کر دیتی ہے۔

اور رُجز کے معنے میں غور کرنے سے اس کا باعث بھی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ مرض پلیدی اور ناپاکی سے پیدا ہوتا ہے۔ جہاں اچھی صفائی نہیں ہوتی، مکان کی دیواریں بدنما اور قبروں کا نمونہ ہیں، نہ روشنی ہے نہ ہوا آ سکتی ہے، وہاں عفونت کا زہریلا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں جو آیا ہے۔ وَالرُّجۡزَ فَاھۡجُرۡ (المدّثر:6) ہر ایک قسم کی پلیدی سے پرہیز کرو۔ ہجر دور چلے جانے کو کہتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ روحانی پاکیزگی چاہنے والوں کیلئے ظاہری پاکیزگی اور صفائی بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ایک قوت کا اثر دوسری پر اور ایک پہلو کا اثر دوسرے پر ہوتا ہے۔

ظاہری پاکیزگی کا اثر باطن پر

دو حالتیں ہیں۔ جو باطنی حالت تقویٰ اور طہارت پر قائم ہونا چاہتے ہیں وہ ظاہری پاکیزگی بھی چاہتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَ یُحِبُّ الۡمُتَطَھِّرِیۡنَ (البقرۃ:223) یعنی جو باطنی اور ظاہری پاکیزگی کے طالب ہیں میں انکو دوست رکھتا ہوں۔ ظاہری پاکیزگی باطنی طہارت کی ممد اور معاون ہے۔ اگر انسان اسکو چھوڑ دے اور پاخانہ پھر کر بھی طہارت نہ کرے تو اندرونی پاکیزگی پاس بھی نہ پھٹکے۔ پس یاد رکھو کہ ظاہری پاکیزگی اندرونی طہارت کو مستلزم ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ کم از کم جمعہ کو غسل کرو۔ ہر نماز میں وضو کرو۔ جماعت کھڑی کرو تو خوشبو لگالو۔

عیدین میں اور جمعہ میں خوشبو لگانے کا جو حکم ہے وہ اسی بنا پر قائم ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ اجتماع کے وقت عفونت کا اندیشہ ہے۔ پس غسل کرنے اور صاف کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے سے سمّیّت اور عفونت سے روک ہوگی۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے زندگی میں یہ مقرر کیا ہے ویسا ہی قانون مرنے کے بعد بھی رکھا ہے۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 230 تا 231، مطبوعہ قادیان 2018)

اللہ اور اسکے رسول کی باتوں کو ہنسی اور تمسخر کے موقع پر بیان کرنا نہایت خطرناک بات ہے یہ چیز دل کو سیاہ کر دیتی ہے اس قسم کا تمسخر وہی کر سکتا ہے جس میں سنجیدگی نہ ہو اور جس میں سنجیدگی نہیں نہ وہ دین کیلئے مفید ہو سکتا ہے اور نہ دنیا کیلئے

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا کہ تم حِطَّۃٌ کہو یعنی اَے اللہ ہمارے گناہ بخش لیکن انہوں نے مذاق میں حِنۡطَۃٌ کہنا شروع کر دیا یعنی ہمیں گندم مل جائے۔ ان کے اندر گندم کے گرم گرم نانوں کی حرص پیدا ہوگئی اور انہوں نے حِطَّۃٌ کو بگاڑ کر حِنۡطَۃٌ کہنا شروع کر دیا۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”دیکھو کتنی چھوٹی سی بات ہے مگر خدا تعالیٰ کے غضب کا موجب ہوگئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی میں انسان صرف سنجیدگی کی وجہ سے ترقی کر سکتا ہے انسان کتنی ہی عبادتیں کرے کتنی ہی قومی خدمت بجالائے لیکن اس کے اندر سنجیدگی نہ ہو تو وہ کبھی بھی روحانی ترقی نہیں کر سکتا اور نہ قوم کیلئے صحیح طور پر مفید ہو سکتا ہے بلکہ ایسے غیر سنجیدہ لوگ بعض دفعہ قوم کو خطرناک تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتے ہیں بظاہر حِطَّۃٌ کو حِنۡطَۃٌ کہہ دینا ایک چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اگر غور کرو تو نہایت اہم بات ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے کلام کے ساتھ تمسخر کیا گیا ہے اس قسم کا تمسخر وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں سنجیدگی نہ ہو اور جس کے دل میں سنجیدگی نہیں نہ وہ دین کیلئے مفید ہو سکتا ہے اور نہ دنیا کیلئے مفید ہو سکتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے اشتعال کے مواقع چھوٹی چھوٹی حرص کے مواقع ایسے آدمیوں کو ملّت اور ملک سے غداری کرنے پر آمادہ کر دیتے ہیں۔ آج مسلمانوں کی بھی یہی کیفیت ہے جو بے دین ہیں وہ تو بے دین ہیں ہی۔ مگر جو دیندار کہلاتے ہیں علماء ہیں یا صوفیاء ہیں وہ بھی دین کی باتوں سے تمسخر کر لیتے ہیں کہیں بے موقع قرآن کی آیت پڑھ دیں گے کہیں ہنسی کے موقع پر حدیث نبویؐ پڑھ دینگے حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کا مقام بہت بالا ہے انکی باتوں کو ہنسی اور تمسخر کے موقع پر بیان کرنا نہایت خطرناک بات ہے یہ چیز دل کو سیاہ کر دیتی، روحانیت کو ماردیتی اور تقویٰ کو کچل دیتی ہے۔ اس گناہ پر غالب آنے کیلئے کسی بڑی محنت کی بھی ضرورت نہیں۔ کسی لالچ کو دبانے کا یہاں سوال نہیں۔ ایک معمولی سی توجہ کی ضرورت ہے جن لوگوں میں یہ مرض پائی جاتی ہے وہ ایک ذراسی توجہ سے اس نقص کو دُور کر سکتے ہیں اور تھوڑی سی محنت کے ساتھ دل کی ایک ایسی اصلاح کر سکتے ہیں جو ان کو بڑے بڑے کاموں کیلئے تیار کر دے۔

پس خدا کی باتوں اور اس کے رسول کی باتوں میں ہنسی اور مذاق کو بالکل چھوڑ دو یہ گناہ بے لذت ہے اور انسانی دل کو بالکل مردہ کر دیتا ہے خدا اور اس کے رسول کا ذکر جب بھی آئے اس کے ساتھ دل میں خشیت پیدا ہونی چاہئے جس سے محبت ہوتی ہے اسکا ذکر کبھی بھی توجہ کھینچے بغیر نہیں رہتا اپنے ماں باپ سے کوئی شخص تمسخر نہیں کرتا۔ اپنے ماں باپ کی باتوں سے کوئی شخص تمسخر نہیں کرتا پھر کیوں خدا اور رسول کی باتوں کو ہنسی کے مواقع پر استعمال کیا جائے کیوں خدا اور رسول کے نام کو تمسخر کے طور پر استعمال کیا جائے اور ایک سیکنڈ کے مذاق کیلئے عمر بھر کی عبادت کو ضائع کر دیا جائے اَلۡحَذَرۡ ثُمَّ الۡحَذَرۡ“

(تفسیر کبیر، جلد اول، صفحہ 469 تا 470، مطبوعہ قادیان 2010)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جب تکبیر اقامت ہو تو نماز کیلئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ

(907) عبایہ بن رفاعہ سے روایت ہے کہ مَیں جمعہ کو جارہا تھا کہ مجھے حضرت ابو عبس (عبد الرحمن بن جبر رضی اللہ عنہ) آملے اور انہوں نے کہا: مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کے پاؤں اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں اس کو اللہ نے آگ پر حرام کر دیا ہے۔

(908) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے: جب تکبیر اقامت ہو تو نماز کیلئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ معمول کی رفتار سے چل کر آؤ اور تم سکون کو اپنا وطیرہ بناؤ جتنی نماز تم پالو پڑھ لو جو تم سے رہ جائے اسے پورا کرلو۔

(909) عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک مجھے (اٹھتے) نہ دیکھو نہ اٹھا کرو اور تمہیں چاہئے کہ آرام سے اٹھو۔

(صحیح بخاری، جلد 2، کتاب الجمعۃ، مطبوعہ قادیان 2006)

......☆......☆......☆......

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اکتوبر 2020ء (مکمل متن)
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از نبیوں کا سردار)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرت المہدی)
اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 2009
اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 2010
خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب
خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی الْعَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

ہنری مارٹن کلارک کو مباہلہ کی تجویز اور نصف جائداد کا اِنعامی چیلنج

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ چیلنج ہم آپؑ کی کتاب ”حجۃ الاسلام“ رُوحانی خزائن جلد 6 سے پیش کر رہے ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پادری عبد اللہ آتھم کے مابین بمقام امرتسر 22 مئی 1893 تا 5 جون 1893 جنگ مقدس کے نام سے 15 دن تک جو مباحثہ ہوا اس کا پس منظر اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مباحثہ کے انعقاد کے بانی مبانی ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک تھے۔ اُن دنوں پنجاب کے تیرہ مشہور شہروں میں عیسائیوں کے بڑے بڑے مشن قائم تھے جن میں سے ایک امرتسر کا مشن بھی تھا۔ جب ہنری مارٹن کلارک ضلع امرتسر کے میڈیکل مشنری انچارج بنے تو انہوں نے 1882ء میں امرتسر میڈیکل مشن کی ایک شاخ جنڈیالہ ضلع امرتسر میں بھی جاری کی جس سے وہاں عیسائیت کو فروغ ملا۔ عیسائی مناد مسلمانوں کو تبلیغ کرتے۔ جنڈیالہ کے ایک مسلمان میاں محمد بخش پاندہ نے جو کچھ پڑھے لکھے تھے، مسلمانوں کو عیسائیوں پر اعتراضات وسوالات کرنے سکھا دیئے جس سے عیسائی مناد مشکل میں پڑ گئے اور انہوں نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کو صورتحال سے آگاہ کیا جس پر ہنری مارٹن کلارک نے میاں محمد بخش صاحب پاندہ کے نام خط لکھا کہ :

”جناب من! بعد سلام کے واضح ...... ہو کہ چونکہ ان دنوں میں قصبہ جنڈیالہ میں مسیحیوں اور اہل اسلام کے درمیان دینی چرچے بہت ہوتے ہیں اور چند صاحبان آپ کے ہم مذہب دین عیسوی پر حرف لاتے ہیں اور کئی ایک سوال و جواب کرتے اور کرنا چاہتے ہیں ...... لہٰذا ...... بہتر اور مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک جلسہ عام کیا جائے جس میں صاحبان اہل اسلام معہ علماء و دیگر بزرگان دین کے جن پر کہ ان کی تسلّی ہو موجود ہوں اور اسی طرح سے مسیحیوں کی طرف سے بھی کوئی صاحب اعتبار پیش کئے جاویں تا کہ جو باہمی تنازعہ ان دنوں میں ہو رہے ہیں خوب فیصل کئے جاویں اور نیکی اور بدی اور حق اور خلاف ثابت ہوویں ...... اگر صاحبان اہل اسلام ایسے مباحثہ میں شریک نہ ہونا چاہیں تو آئندہ کو اپنے اسپ کلام کو میدان گفتگو میں جولانی نہ دیں اور وقت منادی یا دیگر موقعوں پر حجت بے بنیاد ولا حاصل سے باز آکر خاموشی اختیار کریں۔ ازراہ مہربانی اس خط کا جواب جلدی عنایت فرماویں تا کہ اگر آپ ہماری اس دعوت کو قبول کریں تو جلسہ کا اور ان مضامین کا جنکی بابت مباحثہ ہونا ہے معقول انتظام کیا جائے۔ (حجۃ الاسلام رُ خ ج 6 ص 60)

میاں محمد بخش پاندہ صاحب نے صورتحال سے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آگاہ کرتے ہوئے لکھا کہ :

”کچھ عرصہ سے قصبہ جنڈیالہ کے عیسائیوں نے بہت شور وشر مچایا ہوا ہے بلکہ آج بتاریخ 11 / اپریل 1893ء عیسائیان جنڈیالہ نے معرفت ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب امرتسر بنام فدوی بذریعہ رجسٹری ایک خط ارسال کیا ہے ...... کہ اہل اسلام جنڈیالہ اپنے علماء و دیگر بزرگان دین کو موجود کر کے ایک جلسہ کریں اور دین حق کی تحقیقات کی جائے ورنہ آئندہ سوال کرنے سے خاموشی اختیار کریں۔ اس لئے خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ چونکہ اہل اسلام جنڈیالہ اکثر کمزور اور مسکین ہیں اس لئے خدمت شریف عالی میں ملتمس ہوں کہ آنجناب للہ اہل اسلام جنڈیالہ کو امداد فرماؤ ورنہ اہل اسلام پر دھبہ آجائے گا۔ و نیز عیسائیوں کے خط کو ملاحظہ فرما کر یہ تحریر فرماویں کہ ان کو جواب خط کا کیا لکھا جاوے۔“ (حجۃ الاسلام رُوحانی خزائن جلد 6 صفحہ 59)

ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک شاید چاہتے تھے کہ جنڈیالہ کے کمزور مسلمانوں پر دباؤ ڈالکر اور اُنہیں ڈرا دھمکا کر عیسائیت کی گود میں ڈال دیں۔ اُنہوں نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ یہ تدبیر اُن کی اُلٹی پڑ جائیگی اور اُنہیں خدا کے شیر جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ سے سامنا کرنا پڑ جائیگا اور رہتی دُنیا تک مسیحیوں کے ماتھے پر ذلت و رُسوائی اور پسپائی کا قشقہ لگ جائیگا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے موقعوں کے سخت آرزومند رہتے تھے آپؑ بھلا اس موقع کو ہاتھ سے کیسے جانے دیتے۔ محمد بخش پاندہ صاحب کا خط پاتے ہی آپؑ نے ایسی طرح ڈالی کہ پھر پادری مارٹن کلارک چاہتے ہوئے بھی مباحثہ کے انعقاد سے پیچھے نہیں ہٹ سکے۔ آپؑ نے پادری مارٹن کلارک سے خط و کتابت شروع کی۔ پندرہ افراد پر مشتمل ایک وفد امرتسر ان کے پاس شرائط مباحثہ و دیگر امور طے کرنے کے لئے بھیجا جس میں میاں محمد بخش پاندہ صاحب بھی تھے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ”ڈاکٹر پادری کلارک صاحب کا جنگ مقدس اور اُن کے مقابلہ کیلئے اشتہار“ کے عنوان سے لکھا کہ :

”واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب ...... نے بذریعہ اپنے بعض خطوط کے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ علماء اسلام کیساتھ ایک جنگ مقدس کیلئے طیاری کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے خط میں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ جنگ ایک پورے پورے فیصلہ کی غرض سے کیا جائیگا اور یہ بھی دھمکی دی کہ اگر علماء اسلام نے اس جنگ سے مُنہ پھیر لیا یا شکست فاش کھائی تو آئندہ ان کا استحقاق نہیں ہوگا کہ مسیحی علماء کے مقابل پر کھڑے ہو سکیں یا اپنے مذہب کو سچا سمجھ سکیں یا عیسائی قوم کے سامنے دم مار سکیں۔ اور چونکہ یہ عاجز انہیں روحانی جنگوں کیلئے مامور ہو کر آیا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر یہ بھی جانتا ہے کہ ہر ایک میدان میں فتح ہم کو ہے اس لئے بلاتوقف ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط کے اطلاع دی گئی ہے کہ ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آکر حق اور باطل میں کُھلا کُھلا فرق ظاہر ہو جائے۔ (ایضاً صفحہ 44)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباحثہ کے بعد مباہلہ کی تجویز دیتے ہوئے لکھا کہ :

”سالہا سال کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ معقولی اور منقولی بحثوں میں گو کیسی ہی صفائی سے ایک فریق غالب آجائے مگر دوسرے فریق کے لوگ کبھی قائل نہیں ہوتے کہ وہ درحقیقت مغلوب ہو گئے ہیں بلکہ مباحثات کے شائع کرنے کے وقت اپنی تحریرات پر حاشیئے چڑھا چڑھا کر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اپنا ہی غالب رہنا ثابت ہو اور اگر صرف اسی قدر منقولی بحث ہو تو ایک عقلمند پیشگوئی کر سکتا ہے کہ یہ مباحثہ بھی انہیں مباحثات کی مانند ہوگا جو ابتک پادری صاحبوں اور علماء اسلام میں ہوتے رہے ہیں ......

ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کرلیں تو ان میں مباہلہ بھی ہو اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کی میعاد قائم ہو پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو جس کا مقابلہ فریق مخالف سے نہ ہو سکے تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرلے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائداد اس سچے مذہب کے امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کر دے یہ ایسی صورت ہے کہ اس سے حق اور باطل میں بکلی فرق ہو جائے گا ...... لہٰذا اِس اشتہار کے ذریعہ سے ڈاکٹر صاحب اور انکے تمام گروہ کی خدمت میں التماس ہے کہ جس حالت میں انہوں نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں قطعی فیصلہ ہو جائے اور یہ بات کُھل جائے کہ سچا اور قادر خدا کس کا خدا ہے تو پھر معمولی بحثوں سے یہ اُمید رکھنا طمع خام ہے اگر یہ ارادہ نیک نیتی سے ہے تو اس سے بہتر اور کوئی بھی طریق نہیں کہ اب آسمانی مدد کے ساتھ صدق اور کذب کو آزمایا جائے اور میں نے اس طریق کو بدل و جان منظور کر لیا ہے اور وہ طریق بحث جو منقولی اور معقولی طور پر قرار پایا ہے گو میرے نزدیک چنداں ضروری نہیں مگر تاہم وہ بھی مجھے منظور ہے لیکن ساتھ اسکے یہ ضروریات سے ہوگا کہ ہر یک چھ دن کی میعاد کے ختم ہونیکے بعد بطور متذکرہ بالا مجھ میں اور فریق مخالف میں مباہلہ واقع ہوگا اور یہ اقرار فریقین پہلے سے شائع کر دیں کہ ہم مباہلہ کریں گے ......

اور اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو تو پھر کیونکر فیصلہ ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہو چکی ہے ...... میری سچائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور نہ صرف وہی سزا بلکہ موت کی سزا کے لائق ہوں سو آج میں ان تمام باتوں کو قبول کر کے اشتہار دیتا ہوں ......

ڈاکٹر صاحب اس وقت سوچ لیویں کہ میں نے اپنی نسبت بہت زیادہ سخت شرائط رکھی ہیں اور انکی نسبت شرطیں نرم رکھی گئی ہیں۔ یعنی اگر میرے مقابل پر وہ نشان دکھلائیں اور میں بھی دکھلاؤں تب بھی بموجب اس شرط کے وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور اگر نہ میں نشان دکھلا سکوں اور نہ وہ ایک سال تک نشان دکھلا سکیں تب بھی وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور میں صرف اس حالت میں سچا قرار پاؤں گا کہ میری طرف سے ایک سال کے اندر ایسا نشان ظاہر ہو جس کے مقابلہ سے ڈاکٹر صاحب عاجز رہیں۔“ (ایضاً صفحہ 46 تا 50)

ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک نے اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا کہ :

”ہمارا دعویٰ نہ آپ سے پر جنڈیالہ کے محمدیوں سے ہے ہم آپ کی دعوت قبول کرنے میں قاصر ہیں ...... اگر وہ آپ کو تسلیم کر کے اس جنگ مقدس کیلئے اپنی طرف سے پیش کریں تو ہمارا کچھ عذر نہیں بلکہ عین خوشی ہے۔“

باقی صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

ضروری تصحیح

اخبار بدر 24 / ستمبر 2020 صفحہ اوّل پر یہ حدیث شائع ہوئی تھی

” ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھا کرتے تھے اور کبھی ہمیں بھی کوئی آیت سنا دیتے۔“

اس پر پرائیوٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے چٹھی موصول ہوئی کہ :

”اس بارہ میں حسب ارشاد تحقیق کروانے کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ حدیث میں درج الفاظ ”وَیُسْمِعُ الْاٰیَۃَ أَحْیَانًا“ یعنی کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں کوئی آیت سنا بھی دیا کرتے تھے سے مُراد اونچی آواز میں قرأت کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کو دین سکھانے کیلئے کبھی کبھار چند الفاظ بلند آواز میں ادا فرما دیتے تھے یا ان میں تلاوت Whisper کی طرح سے ہوتی تھی جس سے سننے والوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ آپؐ نے کونسی آیات تلاوت فرمائی ہیں۔“

حضور انور نے فرمایا ہے کہ ”اس حدیث کی وضاحت ہونی چاہئے۔ اس کے مطابق درستگی کریں اور آئندہ مضمون کو غور سے پڑھ کر پھر شائع کیا کریں۔“

ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق بہتر رنگ میں مقبول خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ادارہ)

خطبہ جمعہ

لوگوں میں سے میرے نزدیک وہ ہیں جو متقی ہیں چاہے وہ کوئی ہوں اور کہیں بھی ہوں (الحدیث)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا تو آپ نے فرمایا
نازونعم والی زندگی اختیار کرنے سے بچو کیونکہ اللہ کے بندے نازونعم والی زندگی اختیار نہیں کرتے

میلاد النبیؐ منانے کی اصل چیز تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ اور آپؐ کی نصائح پر عمل کیا جائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابہ قاریٔ قرآن، محبوبِ رسولؐ، صاحبِ علم و دین
حضرت معاذ بن جبل اور اُحُد کے پہلے شہید حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 30/اکتوبر 2020ء بمطابق 30/اخاء 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

گزشتہ خطبے میں حضرت معاذ بن جبلؓ کا ذکر چل رہا تھا جو آج بھی جاری ہے۔ حضرت معاذؓ بہت فیاض تھے اور خوب خرچ کرنے والے تھے جس کی وجہ سے اکثر انہیں قرض بھی لینا پڑتا تھا۔ جب قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو کچھ دن گھر میں چھپ کر بیٹھے رہے تو وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت معاذؓ سے قرض دلوانے کی گزارش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب حضرت معاذؓ کی جائیداد سے قرض زیادہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا خدا اس پر رحم کرے گا۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے اپنا قرض معاف کر دیا لیکن پھر بھی کچھ لوگ قرض کا مطالبہ کرتے رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری جائیداد کو ان لوگوں میں تقسیم کر دیا لیکن ابھی بھی قرض مکمل ادا نہ ہوا بلکہ یہ ہوا کہ ہر ایک کو قرض کا کچھ حصہ مل گیا۔ قرض خواہوں نے مزید کا تقاضا کیا کہ بقایا بھی ہمیں دیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو۔ ابھی اس سے زیادہ نہیں مل سکتا۔ اسی مال کو لے جاؤ۔ جب حضرت معاذؓ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا نقصان پورا کرے اور تمہارا قرض ادا کرا دے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 502 معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 188 معاذ بن جبل دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 440، 441 معاذ بن جبل ومن سبد اائر بنی سَلِمَۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

اس موقعے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یہ بھی فرمایا کہ اے معاذ! تم پر قرض بہت ہے۔ اگر کوئی ہدیہ لائے تو اسے قبول کر لینا۔ مَیں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ (بحوالہ سیر الصحابہ جلد 5 صفحہ 146 دار الاشاعت لاہور) آپؐ نے فرمایا: تحفے قبول کرنے کی تمہیں اجازت ہے۔ یعنی تحفہ قبول کرنا تو ویسے کوئی حرج نہیں۔ یہی کہا جاتا ہے کہ محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کو تحفے دینے چاہئیں لیکن یہ کیونکہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ بنا کے بھیجے گئے تھے اس لیے آپؐ نے خاص طور پر فرمایا کہ اس نمائندگی کی وجہ سے اگر تمہیں لوگ تحفہ دیں تو تمہیں اختیار ہے کہ وہ تحفہ تم اپنے پر خرچ کر سکتے ہو کیونکہ وہ عموماً بیت المال کے لیے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دیا جاتا تھا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نصیحت کرنے کے لیے ان کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔ حضرت معاذؓ سواری پر بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات مکمل کر چکے تو فرمایا اے معاذ! ممکن ہے کہ آئندہ سال تمہاری مجھ سے ملاقات نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔ حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کی وجہ سے یہ سن کے زار و قطار رونے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ تبدیل کیا اور مدینے کی طرف منہ مبارک کر کے فرمایا: لوگوں میں سے میرے نزدیک وہ ہیں جو متقی ہیں چاہے وہ کوئی ہوں اور کہیں بھی ہوں۔

(ماخوذ از مسند احمد بن حنبل مسند معاذ بن جبل جلد 7 صفحہ 359 حدیث 22402 عالم الکتب بیروت 1998ء)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اس موقعے پر فرمایا تم عنقریب ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں۔ جب تم ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں مقرر کی ہیں اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر صدقہ مقرر کیا ہے جو ان کے دولتمندوں سے لیا جائے اور ان کے محتاجوں کو لوٹا دیا جائے۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو خبردار ان کے عمدہ عمدہ مال صدقے میں نہ لینا بلکہ درمیانے درجے کا لینا اور مظلوم کی پکار سے بچنا اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی یمن ...... حدیث 4347)

مظلوم کی آہ سے بچنے کی خاص طور پر نصیحت فرمائی کیونکہ اس کی آہ اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا۔ آپؓ ان لوگوں کو قرآن اور دین سکھاتے تھے۔ ان کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔ یمن کے عاملین جو زکوٰۃ اکٹھی کرتے تھے وہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس بھجواتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا انتظام پانچ صحابہ حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت مہاجر بن اُمَیَّہؓ، حضرت زیادؓ بن لبیدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ میں تقسیم فرمایا ہوا تھا۔

(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 460 'معاذ بن جبل'۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2010ء)

یعنی انتظامات ان پانچ کے سپرد تھے۔ یہ ایک روایت ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کی طرف بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ ہر تیس گائے میں زکوٰۃ کے طور پر ایک سالہ گائے لینا اور ہر چالیس گائے پر دو سالہ یعنی زکوٰۃ کی شرح بیان فرما رہے ہیں، نصاب بیان فرما رہے ہیں اور ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کی قیمت کے برابر مَعَافِر یعنی ایک یمنی کپڑا ہوتا ہے وہ وصول کرنا۔ مَعَافِر ایک قبیلے کا نام تھا جو یہ کپڑا بناتے تھے۔ انہی کے نام پہ اس کا نام بھی ہو گیا۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 348 مسند معاذ بن جبل حدیث 22363، عالم الکتب بیروت 1998ء)
(لغات الحدیث جلد 3 صفحہ 142 پیر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

علامہ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاؤں میں لنگڑاہٹ تھی۔ جب وہ یمن گئے تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اپنا پاؤں پھیلا دیا یعنی ٹانگ آگے کر لی یا دائیں طرف پھیلا دی ہو گی جس طرح بھی ان کی صورت تھی تو جو بھی پاؤں خراب تھا لوگوں نے بھی اسی طرح اس طرف اپنے پاؤں پھیلا دیے۔ حضرت معاذؓ نے جب نماز پڑھا لی تو کہا تم لوگوں نے اچھا کیا کہ جس طرح مَیں کر رہا تھا تم نے کیا لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا کیونکہ مجھے تکلیف ہے اس لیے میں نے نماز میں اپنا پاؤں پھیلایا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 439 معاذ بن جبل۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

مطلب یہ تھا کہ مجھے دیکھ کے تم نے اطاعت کا جو نمونہ دکھایا وہ ہر لحاظ سے ہی قابل تعریف ہے۔ اطاعت اسی طرح ہونی چاہیے کہ امام کے پیچھے مکمل طور پر اس کی پیروی کی جائے لیکن میری یہ مجبوری ہے۔ یہ سنت نہیں ہے اور جس کو مجبوری نہیں وہ صحیح طرح نماز پڑھے۔ اسی طرح جس طرح حکم ہے، جس طرح سنت ہے، جس طرح ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل رہا ہے۔ حضرت معاذؓ نے یمن میں بیت المال کے پیسوں سے تجارت کی اور اس سے جو منافع ہوا اس سے اپنا قرض ادا کیا۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مال سے تجارت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہدیہ بھی قبول کرتے رہے اور یہاں تک کہ آپ کے پاس تیس رأس بھیڑ بکریاں ہو گئیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 505 حضرت معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی) (الاستیعاب جلد 3 صفحہ 1404 معاذ بن جبل مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992)

یہ اجازت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دی تھی یقیناً قرض کی ادائیگی کے لیے تھی اور تجارت اس حد تک تھی کہ جو منافع ہوتا تھا اس مال میں سے کچھ قرض اتارتے جاتے تھے یا منافع اگر نہیں بھی لیتے تھے تو یہ بھی ممکن ہے کہ تجارت پر جو منافع تھا اس میں اپنے کام کی اجرت کے طور پر لیتے ہوں کہ یہ میں نے اس طرح خرچ کیا۔ جو میرا مشورہ تھا اور جو محنت تھی اس کی یہ اجرت ہے اور اس کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی اس لیے پھر انہوں نے یہ لے لی تا کہ قرض ادا ہو اور یہی بات قابل قبول لگتی ہے کہ منافع کی شرح میں سے اجرت لیتے ہوں یا کچھ حد تک منافع لیتے ہوں لیکن بہر حال جو بھی تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت معاذؓ حج کرنے آئے تو وہ حضرت عمرؓ سے ملے جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے حج پر عامل بنایا تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت معاذؓ کی یَوْمُ التَّرْوِیَہ کو ملاقات ہوئی۔ دونوں نے آپس میں معانقہ کیا اور ایک دوسرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کی۔ پھر دونوں زمین پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء3 صفحہ 441 معاذ بن جبل و من سائر بنی سَلِمَۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

الاستیعاب میں لکھا ہے، یہ بھی تاریخ کی ایک کتاب ہے، کہ حضرت معاذؓ بہت سخی تھے اور اسی سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے یہ نوبت آ گئی کہ ان کا سارا مال قرضے کی زد میں آ گیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرض خواہوں سے کہیں کہ وہ ان کا قرض معاف کر دیں۔ پہلے بھی یہ بیان ہوا ہے۔ یہ مختلف حوالے سے دوسری یا وہی بات بیان ہو رہی ہے۔ آپؐ نے ان کے قرض خواہوں سے کہا لیکن انہوں نے قرض معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر آگے اس نے یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی کی خاطر کسی کا قرض معاف کرتا تو وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر حضرت معاذ بن جبلؓ کا قرض معاف کر دیتے۔ سب سے بڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تھا آپ کی خاطر ہی کوئی اپنے قرض کو معاف کر سکتا تھا یا مالی قربانی دے سکتا تھا۔ لیکن اس میں سے بھی بہت سارا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے بعض لوگوں نے معاف نہیں کیا اور یہی عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم تو قرض واپس لیں گے۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر قرض کی ادائیگی کے لیے حضرت معاذ بن جبلؓ کی جائیداد وغیرہ سب بیچ دی اور حضرت معاذ بن جبلؓ خالی ہاتھ رہ گئے۔ پھر جس سال مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کے ایک حصے کا امیر بنا کر بھیجا۔ یہاں بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ امیر بنا کے بھیجا تھا۔ اس لیے ہدیہ وغیرہ جو تھا، جو بطور امیر اُن کو ملتا تھا وہ یہی خیال کیا جاتا ہے کہ بیت المال کا ہو گا۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کے مال میں، بیت المال کے مال میں تجارت کی۔ وہ وہاں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور وہ خوشحال ہو گئے۔ اس عرصے میں تجارت میں ان کو فائدہ ہوتا رہا اور وہ جتنا بھی حصہ لیتے تھے، لیتے رہے تو خوشحالی ہو گئی۔ پھر جب وہ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اس شخص کو یعنی حضرت معاذؓ کو بلوائیں اور اس کے پاس اس کی ضرورت کا سامان چھوڑ کر اس سے وصول کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کی ادائیگی کی اجازت دی تھی۔ اب قرض کی ادائیگی ہو گئی اور جو ضرورت کے لیے ایک انسان کو چیزیں چاہئیں وہ بھی ان کے پاس رہنی چاہئیں لیکن یہ جو خوشحالی ہوئی ہے یہ حضرت عمرؓ کے خیال میں نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اس لیے یہ مال چھوڑ کے باقی جو ہے وصول کر لیں۔ اب حضرت ابوبکرؓ کے پاس یہ معاملہ آیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا ان کو یہ برداشت نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کی اجازت دی ہو اور میں اس میں اس کے خلاف کوئی فیصلہ کروں تو بہر حال حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور میں اس سے کچھ نہیں لوں گا اور یہ کہہ کے بھیجا تھا کہ تم تجارت کر سکتے ہو اور کچھ حصہ لے سکتے ہو یہاں تک کہ وہ خود مجھے دے دیں۔ مَیں نے تو نہیں مانگنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پہ گئے تھے اور یہ اجازت سے جو بھی ہدیہ اور باقی چیزیں لیتے تھے تو سوائے اس کے کہ مجھے خود دے دیں مَیں نے نہیں کہنا۔ حضرت عمرؓ پھر حضرت معاذؓ کے پاس گئے۔ حضرت عمرؓ بھی بعض اصولوں کے بڑے پکے تھے۔ وہ حضرت معاذؓ کے پاس گئے اور حضرت معاذؓ سے ذکر کیا۔ حضرت معاذؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی طرف اس لیے بھیجا تھا تا کہ میری ضرورت پوری ہو اور میں تو کچھ بھی نہیں دوں گا۔ اور یہ روایات سے بھی اور ان کی زندگی کے سارے عرصہ اور سیرت سے بھی ثابت ہے کہ اگر تو ان کے پاس خوشحالی بھی تھی تو چند دن کے لیے ہوتی ہو گی کیونکہ اکثر وہ لوگوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ بعض ایسی روایات آگے آئیں گی جن سے پتہ لگتا ہے کہ کس طرح وہ بانٹا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد حضرت معاذؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ مَیں آپ کی بات مانتا ہوں۔ پہلے تو حضرت عمرؓ کو کہہ دیا مَیں کچھ نہیں دوں گا اور پھر کچھ عرصے کے بعد یا کچھ وقفے کے حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا اچھا میں آپ کی بات مانتا ہوں اور میں وہی کروں گا جس کا آپ نے کہا ہے کیونکہ میں نے خواب دیکھی ہے، (کچھ عرصہ کے بعد ہی گئے ہوں گے کیونکہ یہاں خواب کا ذکر ہے۔) کہتے ہیں میں نے خواب دیکھی ہے کہ پانی میں ڈوب رہا ہوں اور آپؓ نے یعنی حضرت عمرؓ نے مجھے بچایا ہے۔ اس کے بعد حضرت معاذؓ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آئے اور ساری بات ان سے بیان کی اور قسم کھا کر کہا کہ مَیں آپؓ سے کسی چیز کو بھی نہیں چھپاؤں گا جو میں نے لیا جس طرح لیا سب کچھ میرے سامنے ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں آپ سے کچھ بھی نہیں لوں گا۔ ٹھیک ہے آپ نے اپنا سارا کچھ حساب کتاب مجھے بتا دیا لیکن میں کچھ نہیں لوں گا۔ میں نے تمہیں وہ سب ہدیہ دیا۔ تحفہ کے طور پر تمہیں دے دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ بہترین حل ہے۔ (ماخوذ از الاستیعاب جلد3 صفحہ 461 باب حرف المیم معاذ بن جبل۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2010ء)

حضرت عمرؓ بھی ساتھ تھے۔ جب یہ بات ان کو پتہ لگی کہ جو کچھ ہے وہ خود حضرت معاذؓ کو دے رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے اب کیونکہ خلیفہ وقت نے فیصلہ کر دیا ہے تو کامل اطاعت کے ساتھ اس کو قبول کر لیا۔ ان کو اس سے غرض نہیں تھی کہ کیوں لیا جا رہا ہے۔ ان کو یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب یہ خلیفہ وقت کا فیصلہ ہونا چاہیے کہ یہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے یا اپنے پاس مال رکھ سکتے ہیں یا نہیں رکھ سکتے۔ پہلے حضرت عمرؓ زور دیتے رہے کہ لینا چاہیے لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے فیصلہ کر دیا کہ میں نہیں لوں گا اور میں تحفہ کے طور پر دے رہا ہوں تو پھر حضرت عمرؓ کے پاس کوئی عذر نہیں تھا۔ خاموشی سے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ یہ فیصلہ اس سارے معاملے کا بہترین حل ہے۔ یہاں مزید وضاحت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس وقت تک انہیں اس طرف متوجہ نہیں کیا جب تک حضرت معاذؓ کی ضرورت پوری نہیں ہو گئی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی ہو گئی اور ان کی ضرورت بھی پوری ہو گئی، کشائش بھی پیدا ہو گئی، قرضے بھی اتر گئے تو خواب کے ذریعے خود ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذؓ کو اس طرف توجہ دلا دی کہ اب نہیں۔ اب اپنی جائیداد پہ ہی گزارا کرو۔ اب نہ وہ ہدیہ بحیثیت امیر کے تم لے سکتے ہو نہ بیت المال میں سے خرچ کر سکتے ہو اور اس کے بعد وہ زیادہ عرصہ وہاں رہے بھی نہیں۔ بہر حال یہ اس کی مختصر وضاحت ہے۔

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا جب تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو گا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں اس کا حکم نہ ملا تو؟ انہوں نے عرض کیا۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کے رسول کی سنت میں بھی اس کا حکم نہ ملا تو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں پھر اجتہاد سے اپنی رائے قائم کروں گا اور میں اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ معاذ نے بیان کیا کہ یہ باتیں سن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ پھر فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کی خوشنودی کا باعث ہوئی۔

(مسند احمد بن حنبل مسند معاذ بن جبل جلد 7 صفحہ 347 حدیث 22357 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا تو آپؐ نے فرمایا: ناز و نعم والی زندگی اختیار کرنے سے بچو کیونکہ اللہ کے بندے ناز و نعم والی زندگی اختیار نہیں کرتے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند معاذ بن جبل جلد 7 صفحہ 375 حدیث 22456 عالم الکتب بیروت 1998ء)

اس سے اس بات کی بھی مزید وضاحت ہو گئی کہ جو ہدیے اور تجارت کا مال تھا وہ قرضوں کی ادائیگی کے لیے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تھا کہ ان کا ہاتھ کھلا ہے۔ غریبوں کی مدد کرنے والے ہیں اسی پر خرچ کریں گے لیکن پھر بھی یہ نصیحت کر دی کہ یہ سب کچھ اجازتیں میں تمہیں دے رہا ہوں اس لیے نہیں کہ ناز و نعم کی زندگی گزارو بلکہ اس لیے کہ تمہاری ضروریات پوری ہوں۔ اس سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ یمن کی طرف روانہ ہونے کے لیے جب میں نے رکاب میں اپنا پاؤں رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری نصیحت یہ فرمائی کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء3 صفحہ 439 "معاذ بن جبل" و من سائر بنی سَلِمَۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

آج کل کے مسلمانوں کا حال دیکھیں کہ کیا وہ اسی طرح پیش آتے ہیں اور منا رہے ہیں سیرت النبیؐ کی میلاد النبیؐ۔ میلاد النبیؐ منانے کی اصل چیز تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور آپؐ کی نصائح پر عمل کیا جائے۔

جب حضرت معاذؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن پر حاکم بنا کر بھیجا تو ان کے رتبہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ اِنِّیْ بَعَثْتُ لَکُمْ خَیْرَ اَھْلِیْ کہ مَیں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لیے بھیجتا ہوں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 502 حضرت معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ابن اَبُوْ نَجِیْح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہل یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا اور اہل یمن کو تحریر فرمایا کہ یقیناً میں نے تم پر اپنے لوگوں میں سے بہترین صاحب علم اور صاحب دین شخص کو حاکم بنایا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء3 صفحہ 438-439 معاذ بن جبل و من سائر بنی سَلِمَۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

ایک حدیث میں آتا ہے، یہ روایت مسند احمد بن حنبل کی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔ پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا خواہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔ دوسری بات یہ کہ والدین کی نافرمانی نہ کرو خواہ وہ تمہیں گھر بار اور مال سے بے دخل کر دیں۔ والدین کی نافرمانی نہیں کرنی چاہے کچھ بھی ہو جائے کچھ بھی ان سے نہ ملے۔ پھر تیسری بات یہ فرمائی کہ فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑو کیونکہ جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑنے والا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور حفاظت سے باہر نکل جاتا ہے۔ پھر فرمایا شراب نہ پیو کیونکہ شراب ہر بے حیائی کی جڑ ہے۔ پھر فرمایا گناہ اور نافرمانی سے بچو کیونکہ گناہ کی وجہ سے خدا کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت فرار اختیار نہ کرو۔ اگر دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو پھر ڈر کے دوڑ نہیں جانا خواہ لوگ ہلاک ہو جائیں۔ پھر فرمایا اگر لوگ طاعون جیسی وبا کا شکار ہو جائیں اور تم ان کے درمیان ہو تو اپنی جگہ پر ہی رہو۔ طاعون کی بیماری اگر پھیلتی ہے، کوئی بھی ایسی وبا پھیلتی ہے جو وسیع طور پر پھیلنے والی ہے تو پھر اگر تم بیماری کے علاقے میں ہو تو جہاں ہو وہیں رہو۔ پھر فرمایا کہ اپنے اہل و عیال پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرو۔ جتنی طاقت ہے اتنا ان پہ خرچ کرو، ان کے حق ادا کرو اور ان کی تادیب و تربیت میں کوتاہی نہ کرو۔ پھر ان کی تربیت صحیح طرح کرو اور کہیں تھوڑی بہت سختی بھی کرنی پڑے تو وہ بھی کرو تا کہ ان کی صحیح تربیت ہو اور انہیں خدا کا خوف یاد دلاتے رہو۔ یہ دس باتیں ہیں جو آپ نے ان کو فرمائیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 366 مسند معاذ بن جبل حدیث 22425 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا اے معاذ! مَیں تمہیں مشفق بھائی کی نصیحت جیسی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ روایت ابن عمرؓ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مَیں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ مریض کی عیادت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ بیواؤں اور ضعیفوں کی ضروریات پوری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ ضرورت مندوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور لوگوں کو اپنی طرف سے انصاف فراہم کرنے اور حق بات کہنے اور اس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہارے آڑے نہ آئے۔ (کنز العمال جلد 15 صفحہ 903- حدیث 43555 کتاب المواعظ......الخ۔ الفصل السادس موسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے کہا: کسی چیز کی خواہش کرو۔ کسی نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ گھر سونے سے بھر جائے اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ ایک شخص نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ

ارشاد باری تعالیٰ

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا (النساء:70)

ترجمہ: اور جو بھی اللہ کی اور اِس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

مکان ہیرے جواہرات سے بھر جائے اور میں اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کردوں۔صحابہ کی کیسی عجیب اور عظیم خواہشیں تھیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا اَور خواہش کرو۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم کیا خواہش کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میری یہ خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ اور حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو۔(المستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 252 حدیث 5005 کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء) پچھلی دفعہ بھی یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ اس دفعہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے ذکر میں بھی یہ روایت آ گئی۔ حضرت معاذؓ 9/ہجری سے 11/ہجری تک دو سال یمن میں رہے۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 505 معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے چار سو دینار ایک تھیلی میں ڈالے اور غلام سے کہا حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ کے پاس لے جاؤ۔ (یہ گذشتہ خطبے میں حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ کے ذکر میں بھی بیان ہوا تھا لیکن اس کی بقایا تفصیل رہ گئی تھی تو اس لیے پوری تفصیل اب بیان کر دیتا ہوں) اور گھر میں ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرو۔ دیکھو کہ وہ اس مال کے ساتھ کیا کریں گے۔ چنانچہ غلام تھیلی لے کر ان کے پاس گیا اور کہا امیر المومنین نے آپؓ کے لیے کہا ہے کہ اس مال کو اپنی ضروریات کے لیے استعمال کریں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ ان پر رحم کرے۔ پھر انہوں نے اپنی لونڈی کو بلایا اور کہا یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ اور یہ پانچ فلاں کے پاس لے جاؤ اور یہ پانچ فلاں کے پاس لے جاؤ یہاں تک کہ وہ سب ختم کر دیے۔ اپنی ملازمہ کو بُلا کے مختلف گھروں میں بھجوانے کے لیے دیے کہ جا کے فلاں فلاں گھروں میں یہ دے آؤ۔ غریب گھر ہوں گے۔ پھر وہ غلام جو تھا حضرت عمرؓ کے پاس واپس آیا اور ساری بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اتنے ہی دینار حضرت معاذؓ کے لیے بھی تیار رکھے ہوئے تھے۔ جتنے ابوعبیدہؓ کو بھیجے تھے اتنے ہی حضرت معاذؓ کے لیے تیار رکھے تھے۔ دوسری تھیلی تیار کی ہوئی تھی۔ انہوں نے غلام سے کہا کہ اس کو حضرت معاذؓ کے پاس لے جاؤ اور ان کے پاس گھر میں تھوڑی دیر رکنا اور دیکھنا کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ غلام تھیلی لے کر حضرت معاذؓ کے پاس گیا۔ ان سے کہا کہ امیر المومنین نے کہا ہے کہ اس کو اپنی ضروریات کے لیے استعمال کریں۔ حضرت معاذؓ نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ پھر انہوں نے لونڈی کو بلایا اور کہا اتنے دینار فلاں گھر لے جاؤ اور اتنے فلاں گھر میں لے جاؤ۔ اتنے میں حضرت معاذؓ کی اہلیہ بھی آ گئیں اور انہوں نے کہا بخدا ہم بھی مساکین ہیں یعنی گھر میں بھی کچھ نہیں ہے۔ کچھ گھر کے لیے بھی تو رکھ لو۔ منافع کمانے کی، ہدیہ لینے کی وہ باتیں جو پہلے آئی تھیں وہ بھی یہاں مزید clear ہوتی ہیں، واضح ہو جاتی ہیں۔ ہمارے گھر میں بھی کچھ نہیں ہے۔ ہم بھی مسکینوں میں شامل ہیں۔ ہمیں بھی دیں۔ تھیلی میں صرف اس وقت دو دینار بچے تھے۔ سارے آپ بانٹ چکے تھے۔ حضرت معاذؓ نے وہ دونوں دینار جو تھے اپنی اہلیہ کی طرف اچھال دیے اور غلام حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان کو ساری بات سے آگاہ کیا۔ حضرت عمرؓ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا یقیناً یہ دونوں حضرت عبیدہؓ اور حضرت معاذؓ اسی طرح خرچ کرنے میں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد 3 صفحہ 234۔ کتاب الزکاۃ باب فی الانفاق۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

جس طرح یہ خرچ کرتے ہیں ان کی یہ صفت ایک ہے۔

شُرَیح بن عُبَید اور رَاشِد بن سَعد وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب سَرغ مقام پر پہنچے، سَرغ وادی تبوک کی ایک بستی کا نام ہے۔ تو آپؓ کو بتایا گیا کہ شام میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ شام میں شدید وبا پھیلی ہوئی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر میری وفات کا وقت آ جائے اور ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ زندہ ہوں تو مَیں انہیں اپنا خلیفہ نامزد کر دوں گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ان کے متعلق سوال کیا کہ تم نے اسے امّتِ محمدیہ پر خلیفہ کیوں مقرر کیا تو مَیں یہ عرض کروں گا کہ مَیں نے تیرے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرا امین ابوعبیدہ بن جَرّاح ہے۔ یہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ لوگوں کو یہ بات اچھی نہ لگی وہ کہنے لگے کہ قریش کے بڑے لوگوں یعنی بنو فِہر کا کیا بنے گا؟ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میری وفات کا وقت آ جائے اور ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ بھی فوت ہو چکے ہوں تو معاذ بن جبلؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں گا اور اگر میرے ربِ عزّوجل نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے اسے کیوں خلیفہ مقرر کیا تو مَیں کہوں گا کہ مَیں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے لائے جائیں گے۔ (مسند احمد بن حنبل مسند الخلفاء الراشدین مسند عمر بن الخطاب جلد 1 صفحہ 109 حدیث 108 عالم الکتب بیروت 1998ء)(معجم البلدان جلد 3 صفحہ 239)

علم میں ان کا بہت مقام ہو گا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ نے جنگِ یرموک 15/ہجری کے موقع پر میمنہ، وہ حصہ جو لڑائی کے وقت فوج کا جو کمانڈر ہوتا ہے اس کے دائیں طرف کھڑا ہوتا ہے اس کے ایک حصے کا افسر مقرر کیا۔ عیسائیوں کا حملہ اس قدر سخت ہوا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے الگ ہو گیا لوگ بکھر گئے۔ جب حضرت معاذؓ نے یہ حالت دیکھی تو نہایت شجاعت اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور گھوڑے سے نیچے اتر گئے اور کہا کہ مَیں اب پیادہ پا لڑوں گا۔ اگر کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکتا ہے تو گھوڑا اس کے لیے حاضر ہے۔ ان کے بیٹے بھی میدانِ جنگ میں موجود تھے انہوں نے کہا مَیں اس کا حق ادا کروں گا کیونکہ مَیں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں۔ غرض دونوں باپ بیٹا رومی فوج کو چیر کر اندر گھس گئے اور اس دلیری سے لڑے کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 508 معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)(فیروز اللغات صفحہ 1332 زیر لفظ میمنہ)

اور جو خوف کی حالت تھی وہ پھر انہوں نے دوبارہ ان کو شکست دے کے مسلمانوں کو فتح دلوادی۔ ابوادریس خَولانی بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں چمکتے دانتوں والا نوجوان موجود تھا اور اس کے گرد لوگ جمع تھے۔ جب لوگوں کا کسی بات پر اختلاف ہوتا تو وہ معاملہ اس کے پاس لے جاتے اور اس کی رائے کو فوقیت دیتے تو میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔ اگلے روز میں دوپہر کے وقت گیا تو دیکھا کہ وہ میرے سے پہلے دوپہر کے وقت وہاں موجود تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے ان کا انتظار کیا۔ جب انہوں نے نماز ادا کر لی تو میں ان کے سامنے گیا اور انہیں سلام کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے اللہ کی خاطر آپ سے محبت ہے۔ حضرت معاذؓ نے کہا اللہ کی قسم! مَیں نے کہا اللہ کی قسم! حضرت معاذؓ نے پھر کہا، پھر سوال کیا اللہ کی قسم! مَیں نے کہا اللہ کی قسم۔ پھر انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ خوش ہو جاؤ کیونکہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزّوجل نے یہ فرمایا ہے کہ میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت لازم ہو گئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت لازم ہو گئی۔

(مسند احمد بن حنبل مسند معاذ بن جبل جلد 7 صفحہ 353-354 حدیث 22380 عالم الکتب بیروت 1998ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں جب باری کے مطابق ایک کے پاس ہوتے تو دوسری کے پاس پانی تک بھی نہیں پیتے تھے۔ اتنا انصاف تھا۔ ایک اَور روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں۔ جس دن ایک کی باری ہوتی دوسری کے گھر میں وضو تک نہیں کرتے تھے۔ پھر دونوں ملک شام میں وبائی بیماری میں فوت ہو گئیں۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ دفن کرتے وقت حضرت معاذؓ نے قرعہ ڈالا کہ پہلے کس کو قبر میں داخل کریں۔ یہ ان کا انصاف تھا۔ (حلیۃ الاولیاء جلد اول حصہ اول صفحہ 204 مترجم محمد اصغر مغل۔ دارالاشاعت کراچی 2006ء)

ایک اور روایت ہے سیر الصحابہ کی کہ حضرت معاذؓ کی دو بیویاں تھیں۔ اور وہ دونوں طاعونِ عَمَوَاس سے وفات پا گئی تھیں۔ جبکہ ایک بیٹے کا پتا چلتا ہے جس کا نام عبدالرحمٰن بیان ہوا ہے اور وہ جنگ یرموک میں حضرت معاذؓ کے ساتھ شامل تھے ان کی وفات بھی طاعون عَمَوَاس سے ہوئی۔ (یعنی طاعون کی وہ وبا جو اس زمانے میں پھیلی تھی)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 510-511 حضرت معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

جب حضرت ابوعبیدہؓ کی طاعون عَمَوَاس سے وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ کو شام پر عامل مقرر فرمایا۔ عَمَوَاس یہ ایک بستی کا نام ہے۔ میں اس کی تفصیل پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ یہ رَملہ سے سات میل کے فاصلے پر ہے اور بیت المقدس کے راستے پر واقع ہے۔ حضرت معاذؓ کی بھی اسی سال اسی طاعون سے وفات ہوئی۔

(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 1405 معاذ بن جبل مطبوعہ دارالجیل بیروت)(معجم البلدان 4 صفحہ 177-178)

کثیر بن مُرَّہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذؓ نے اپنی بیماری میں ہمیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی تھی جسے میں نے تم سے چھپا کر رکھا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ نے فرمایا جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 355 مسند معاذ بن جبل حدیث 22383 عالم الکتب بیروت 1998ء)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ تمہیں یہ حدیث بتانے میں صرف یہ بات مانع تھی کہ کہیں تم اس پر ہی بھروسا نہ کر لو اور باقی عمل چھوڑ دو۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 361 مسند معاذ بن جبل حدیث 22410 عالم الکتب بیروت 1998ء)

جب شام میں طاعون پھیلی اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھی طاعون ہو گئی تو اس کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہو گئی۔ جب ذرا سنبھلے تو کہا اے اللہ! تو اپنا غم مجھ پر مسلط کر دے۔ تیری عزت کی قسم! تُو جانتا ہے کہ مَیں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر ان پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر جب ذرا سنبھلے تو دوبارہ ایسا ہی کہا۔

جب حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو فرمایا دیکھو صبح ہو گئی ہے؟ کہا گیا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو کہا گیا کہ صبح ہو گئی ہے۔ حضرت معاذؓ نے کہا کہ میں اس رات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس کی صبح جہنم کی طرف لے جائے۔ میں موت کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں اپنے محبوب سے ملنے والے کو خوش آمدید کہتا ہوں جو ایک مدّت کے بعد آ رہا ہے۔ اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ مَیں تجھ سے ڈرتا ہوں لیکن آج کے دن مَیں پُرامید ہوں۔ مَیں دنیا اور لمبی زندگی سے اس لیے محبت نہیں کرتا کہ اس میں نہریں کھودوں یا اس میں درخت لگاؤں بلکہ اس لیے کہ دوپہر کی پیاس اور حالات کی تکالیف برداشت کروں اور ان علماء کے ساتھ بیٹھوں جہاں تیرا ذکر کیا جائے۔ پھر ایک اَور روایت میں ہے کہ جب حضرت معاذؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مَیں مرنے کے غم کی وجہ سے نہیں رو رہا اور نہ اس لیے کہ دنیا پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں بلکہ مَیں تو صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ دو گروہ ہوں گے اور مَیں نہیں جانتا کہ میں کس گروہ میں اٹھایا جاؤں گا۔ (ماخوذ از اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 189 ''معاذ بن جبل'' دارالکتب العلمیۃ بیروت) ایک جنتی ہے اور ایک دوزخی اور مجھے تو صرف اللہ کا خوف ہے اس لیے رو رہا ہوں۔

مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ حضرت معاذؓ نے کہا کہ مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(قیامت کے دن)

میرے ہی ہاتھ میں حمدِ الٰہی کا جھنڈا ہو گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں

(سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

طالبِ دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مَیں قیامت کے دن اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں......

اس دن آدم علیہ السلام سمیت ہر نبی میرے جھنڈے تلے ہو گا

(سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

طالبِ دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے گا لیکن وہاں تم لوگوں میں ایک بیماری ظاہر ہوگی جو پھوڑے پھنسیوں یا سخت کاٹنے والی چیز کی طرح ہوگی۔ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصّے میں ظاہر ہوگی۔ اللہ اس کے ذریعے انہیں شہادت عطا فرمائے گا اور ان کے اعمال کا تزکیہ فرمائے گا۔ اے اللہ! اگر تُو جانتا ہے کہ معاذ بن جبل نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے تو اسے اور اس کے اہل خانہ کو اس کا وافر حصہ عطا فرما۔ یہ آپؓ ہی فرما رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سب اس طاعون میں مبتلا ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی زندہ باقی نہیں رہا۔ جب حضرت معاذؓ کی شہادت والی انگلی میں طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی تو آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس کے بدلے میں سرخ اونٹ ملنا بھی پسند نہیں ہیں۔ میں اسی بات پر خوش ہوں۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 371 مسند معاذ بن جبل حدیث 22439 عالم الکتب بیروت 1998ء)

تاریخ طبری میں ہے کہ آپؓ کی ہتھیلی میں پھوڑا نکلا۔ آپ اپنی ہتھیلی کو دیکھتے اور اس ہاتھ کی پشت کو بوسہ دیتے اور کہتے مجھے یہ پسند نہیں کہ تیرے بدلے میں دنیا کی کوئی چیز ملے۔

(تاریخ الطبری جزء 4 صفحہ 238۔ خروج عمر بن الخطاب الی الشام۔ دار الفکر بیروت)

حضرت معاذ بن جبلؓ نے 18/ہجری میں وفات پائی۔ آپؓ کی عمر کے متعلق مختلف آراء ہیں ان کے مطابق تینتیس چونتیس اور اڑتیس سال عمر بیان کی گئی ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 190 ''معاذ بن جبل'' دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت معاذؓ کی روایات کی تعداد جو حدیثوں میں ہے 157 ہے جس میں سے دو حدیثوں پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔ دونوں میں یہ درج ہیں۔ (سیر الصحابہ جلد سوم، حصہ پنجم صفحہ 156، ادارہ اسلامیات لاہور)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے وہ عبداللہ بن عمرو ہیں۔ حضرت عبداللہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنوسلمہ سے تھا۔ آپ کے والد کا نام عَمرِو بن حَرَام اور والدہ کا نام رُبَاب بنتِ قَیس تھا۔ (الطبقات الکبریٰ جز 3 صفحہ 423، عبداللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2012ء) حضرت عبداللہ بن عمرو ہجرتِ نبوی سے تقریباً چالیس سال قبل پیدا ہوئے۔

(صحابہ کرام انسائیکلو پیڈیا از ڈاکٹر ذوالفقار کاظم صفحہ 486، عبداللہ بن عمروؓ، بیت العلوم پرانی انارکلی لاہور)

یعنی ہجرت کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ایک مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ کے والد تھے۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جزو 4 صفحہ 162، عبداللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت عَمرِو بن جَمُوحؓ کے برادر نسبتی تھے۔

(خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت)، تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 349)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ بعض کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمروؓ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جز 3 صفحہ 84، عبداللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء)

ان کے ایمان لانے کا واقعہ اس طرح بیان ہوتا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایام تشریق یعنی ایام حج کے آخری تین دن جو گیارہ سے تیرہ ذوالحجہ تک ہے اس کے درمیانی دن عقبہ میں ملنے کا وعدہ کیا۔ عقبہ مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور وہ رات آ گئی جس کا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا تو ہمارے ساتھ عبداللہ بن عمرو بھی تھے جو ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار تھے اور ہمارے شرفاء میں سے تھے۔ ہم نے انہیں اپنے ساتھ لیا۔ ہم نے اپنے لوگوں میں سے مشرکین سے اپنا معاملہ چھپایا ہوا تھا۔ ہم نے ان سے کہا اے ابوجابرؓ! آپ ہمارے سرداروں میں سے ایک ہیں اور ہمارے شرفاء میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابوجابر تھی اس لیے ان کو ابوجابر بھی کہتے تھے۔ تو کہتے ہیں ہم نے ان سے کہا کہ اے ابوجابر! آپ ہمارے سرداروں میں سے ایک ہیں اور ہمارے شرفاء میں سے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کا ایندھن بنیں۔ پس ہم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عقبہ مقام میں جانے کی خبر دی۔ وہ کہتے ہیں انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور نقیب مقرر ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام جز 1 صفحہ 236، امر العقبۃ الثانیۃ، دار ابن حزم بیروت 2009ء) (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 6 صفحہ 413 مطبوعہ شعبہ اردو دائرہ معارف لاہور)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اور میرے والد اور میرے دو ماموں اصحابِ عَقَبہ میں سے ہیں۔ ابن عُیَینہ ایک راوی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک حضرت بَرَاء بن مَعْرُورؓ ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب وفود الانصار الی النبی ﷺ بمکۃ وبیعۃ العقبۃ حدیث نمبر 3890-3891)

عَقَبہ ثانیہ کے بارے میں 'سیرت خاتم النّبیین' سے مَیں ایک صحابی کے ذکر میں بلکہ دو کے ذکر میں پہلے ایک تفصیل بیان کر چکا ہوں۔ یہاں تھوڑا سا حصہ دوبارہ بیان کرتا ہوں۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بارے میں 'سیرت خاتم النّبیین' میں جو لکھا گیا ہے اس میں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے متعلقہ حصہ ہے، بیان کرتا ہوں۔

تیرہ نبوی کا جو مہینہ ہے ذی الحجہ، اس میں حج کے موقعے پر اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی مکے میں آئے۔ ان میں ستّر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے اور یا اب مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے مکے آئے تھے۔

اس موقعے پر ایک اجتماعی اور خلوت کی ملاقات کی ضرورت تھی اس لیے مراسِم حج کے بعد ماہ ذی الحجہ کی وسطی تاریخ مقرر کی گئی۔ کہ اس دن نصف شب کے قریب یہ سب لوگ گذشتہ سال والی گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر ملیں۔ یہ مقرر کیا گیا تا کہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ علیحدگی میں بات چیت ہو سکے۔ اور آپؐ نے انصار کو تاکید فرمائی کہ اکٹھے نہ آئیں بلکہ ایک ایک دو دو کر کے وقت مقررہ پر گھاٹی میں پہنچ جائیں اور سوتے کو نہ جگائیں اور نہ غیر حاضر کا انتظار کریں۔ چنانچہ جب مقررہ تاریخ آئی تو رات کے وقت جبکہ ایک تہائی رات جا چکی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گھر سے نکلے اور راستہ میں اپنے چچا عباس کو ساتھ لیا جو ابھی تک مشرک تھے مگر آپؐ سے محبت رکھتے تھے اور خاندانِ ہاشم کے رئیس تھے اور پھر دونوں مل کر اس گھاٹی میں پہنچے۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ انصار بھی ایک ایک دو دو کر کے آ پہنچے۔ یہ ستّر اشخاص تھے اور اوس اور خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔

سب سے پہلے عباس نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ اے خزرج کے گروہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں معزز ومحبوب ہے اور وہ خاندان آج تک اس کی حفاظت کا ضامن رہا ہے اور ہر خطرہ کے وقت میں اس کے لیے سینہ سپر ہوا ہے۔ مگر اب محمد کا ارادہ اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس چلے آنے کا ہے۔ سو اگر تم اسے اپنے پاس لے جانے کی خواہش رکھتے ہو تو تمہیں اس کی ہر طرح حفاظت کرنی ہوگی اور ہر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ اگر تم اس کے لیے تیار ہو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف صاف جواب دے دو کیونکہ صاف صاف بات اچھی ہوتی ہے۔ بَرَاء بن مَعْرُور جو انصار کے قبیلے کے ایک معمر اور بااثر بزرگ تھے انہوں نے کہا عَبَّاس! ہم نے تمہاری بات سن لی ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبانِ مبارک سے کچھ فرما دیں اور جو ذمہ داری ہم پر ڈالنا چاہتے ہیں وہ بیان فرما دیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور پھر ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس میں اسلام کی تعلیم بیان فرمائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے لیے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ معاملہ کرو۔ جب آپؐ تقریر ختم کر چکے تو بَرَاء بن مَعْرُور نے عرب کے دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا یا رسول اللہؐ! ہمیں اس خدا کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق وصداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ہم اپنی جانوں کی طرح آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ ان میں سے ایک شخص کے کہنے پر کہ یہ تو ہم عہد کرتے ہیں کہ کریں گے لیکن یہ بتائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب آپؐ کو غلبہ ملے گا تو ہمیں چھوڑ تو نہیں جائیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہنس کر فرمایا کہ تمہارا خون میرا خون ہوگا۔ تمہارے دوست میرے دوست ہوں گے۔ تمہارے دشمن میرے دشمن ہوں گے۔ اس پر عباس بن عُبَادَہ انصاری نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈال کر کہا کہ لوگو! کیا تم سمجھتے ہو کہ اس عہد اور پیمان کے کیا معنے ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تمہیں ہر اسود واحمر، ہر کالے گورے، سرخ سفید کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہو جانا چاہیے اور ہر قربانی کے لیے آمادہ رہنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ مگر یا رسول اللہؐ! اس کے بدلہ میں ہمیں کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا تمہیں خدا کی جنت ملے گی جو اس کے سارے انعاموں میں سے بڑا انعام ہے۔ سب نے کہا ہمیں یہ سودا منظور ہے۔ یا رسول اللہؐ! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھا دیا اور یہ ستّر جاں نثاروں کی جماعت ایک دفاعی معاہدہ میں آپؐ کے ہاتھ پر بِک گئی۔ اس بیعت کا نام بیعتِ عَقَبہ ثانیہ ہے۔

جب بیعت ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ موسیٰ نے اپنی قوم میں سے بارہ نقیب چنے تھے جو موسیٰ کی طرف سے ان کے نگران اور محافظ تھے۔ مَیں بھی تم میں سے بارہ نقیب مقرر کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے نگران اور محافظ ہوں گے اور وہ میرے لیے عیسیٰ کے حواریوں کی طرح ہوں گے اور میرے سامنے اپنی قوم کے متعلق جوابدہ ہوں گے۔ پس تم مناسب لوگوں کے نام تجویز کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ بارہ آدمی تجویز کیے گئے جنہیں آپ نے منظور فرمایا اور انہیں ایک ایک قبیلہ کا نگران مقرر کر کے ان کے فرائض سمجھا دیے اور بعض قبائل کے لیے آپ نے دو دو نقیب مقرر فرمائے۔ بہرحال ان بارہ نقیبوں میں عبداللہ بن عمرو کا نام بھی شامل تھا اور ان کو بھی آپ نے نقیب مقرر فرمایا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 227 تا 231)

ایک روایت میں آتا ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جب عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلُول نے جو منافقین مدینہ کا سردار تھا غداری کی تو حضرت عبداللہ بن عمرو نے ان لوگوں کو نصیحت کرنے کی کوشش کی۔

(غزوہ اُحد از علامہ محمد احمد باشمیل صفحہ 215، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، 1989ء)

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن عَمر و اور ماموں غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تو میری والدہ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ پھوپھی جو حضرت عَمرِو بن جَمُوحؓ کی اہلیہ تھیں ان دونوں کو اونٹنی پر رکھ کر مدینہ لا رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اپنے مقتولوں کو ان کے لڑنے کی جگہ پر دفناؤ۔ اس پر ان دونوں کو واپس لے جایا گیا اور ان کے لڑنے کی جگہ پر ہی دفنا دیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جز 3 صفحہ 423، عبداللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2012ء) (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد 2 صفحہ 287 عبداللہ بن عمرو دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے موقعے پر اہلِ مدینہ میں خبر

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں اُن کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدؐیہ اُن سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 311)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان ومرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفتِ الٰہیہ جو مدارِ نجات ہے مفقود نہ ہو جائے

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 29 تا 30)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ اروَل (بہار)

پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر مدینے میں آہ و بکا ہونے لگی اس پر انصار کی ایک عورت بھی اُحُد کی طرف نکلی تو راستے میں اس نے اپنے والد، بیٹے، خاوند اور بھائی کی نعشوں کو دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں سب سے پہلے اس نے کسے دیکھا۔ جب وہ ان میں سے کسی کے پاس سے گزرتی تو وہ کہتی یہ کون ہے؟ لوگ کہتے تمہارا والد ہے، تمہارا بھائی ہے، تمہارا خاوند ہے، تمہارا بیٹا ہے۔ وہ کہتی رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آنحضور ﷺ تمہارے سامنے ہیں یہاں تک کہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کے کپڑے کا دامن پکڑ کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپؐ صحیح سلامت ہیں تو مجھے کسی کی موت کی کوئی پروا نہیں۔ (مجمع الزوائد جزء 6 صفحہ 120، کتاب المغازی والسیر باب فیمن استصغر یوم احد، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلافت سے دو تین سال پہلے کی بات ہے جلسہ سالانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور غزوات پر تقریر کیا کرتے تھے وہاں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے بارے میں جو ایک بیان کیا وہ بھی میں یہاں پڑھ دیتا ہوں۔ فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی بہن یعنی حضرت عَمرِو بن جَموحؓ کی اہلیہ بھی اپنے بھائی ہی کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سراپا رنگین تھیں۔ خاوند اس جنگ میں شہید ہوا۔ بھائی اس جنگ میں شہید ہوا۔ بیٹا اس جنگ میں شہید ہوا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خوشی ان سب غموں پر غالب آ گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں میدانِ جنگ کی طرف حالات معلوم کرنے جا رہی تھی کہ راستے میں مجھے عَمرِو بن جَموح کی بیوی ہِند ایک اونٹ کی مہار پکڑے مدینہ کی طرف جاتی ہوئی ملی۔ مَیں نے اس سے پوچھا میدانِ جنگ کی کیا خبر ہے؟ اس نے جواب دیا الحمدللہ سب خیریت ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اونٹ پر پڑی جس پر کچھ لدا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا یہ اونٹ پر کیا لدا ہوا ہے؟ کہنے لگی میرے خاوند عَمرِو بن جَموح کی نعش ہے، میرے بھائی عبداللہ بن عمرو کی نعش ہے، میرے بیٹے خَلّاد کی نعش ہے۔ یہ کہہ کر وہ مدینہ کی طرف جانے لگی مگر اونٹ بیٹھ گیا اور کسی طرح اٹھنے میں نہ آتا تھا۔ آخر جب وہ اٹھا تو مدینہ کی طرف جانے سے انکار کر دیا تب اس نے یعنی اس خاتون نے اس کی مہار پھر اُحُد کے میدان کی طرف موڑ دی تو وہ خوشی خوشی چلنے لگا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ادھر تو عورت کا یہ ماجرا گزر رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی یہ داستان تھی اور ادھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے یہ فرما رہے تھے کہ جاؤ عَمرِو بن جَموح اور عبداللہ بن عمرو کی نعشیں تلاش کرو کہ انہیں اکٹھا دفن کیا جائے گا کیونکہ وہ اس دنیا میں بھی ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے۔ (ماخوذ از خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 350-351)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان دونوں کا بڑا خیال تھا۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے غزوۂ اُحُد کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے حضرت جابر کو بلایا اور ان سے کہا اے میرے بیٹے! مَیں دیکھتا ہوں کہ مَیں اوّلین شہداء میں سے ہوں گا اور اللہ کی قسم! مَیں اپنے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بعد تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑ کے جا رہا جو مجھے زیادہ عزیز ہو۔ میرے ذمہ کچھ قرض ہے میرا وہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا اور مَیں تمہیں تمہاری بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ اگلی صبح میرے والد صاحب سب سے پہلے شہید ہوئے اور دشمنوں نے ان کی ناک اور کان کاٹ ڈالے تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد 3 صفحہ 344، عبداللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحُد کے شہداء کو دفن کرنے کے لیے تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کو ان کے زخموں سمیت ہی کفن دے دو کیونکہ میں ان پر گواہ ہوں اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کی راہ میں زخمی کیا جائے مگر وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا خون بہہ رہا ہو گا اور اس کا رنگ زعفران کا ہو گا اور اس کی خوشبو کستوری کی ہو گی۔ یعنی کہ یہ پسندیدہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ انہیں نہلانے اور کفنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہی کا لباس ان کا کفن ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ میرے والد کو ایک چادر کا کفن دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب یہ شہداء دفن کیے جا رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپؐ فرماتے کہ اس کو قبر میں اس کے ساتھیوں سے پہلے اتارو یعنی جو قرآن جاننے والے لوگ تھے ان کو آپؐ پہلے دفن کرواتے جاتے تھے اور لوگ کہتے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اُحُد کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے۔ اس وقت یہ بھی لوگوں میں باتیں ہو رہی تھیں کہ سب سے پہلے جو شہید تھے عبداللہ بن عمروؓ تھے۔ سفیان بن عبد شمس نے آپؓ کو شہید کیا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزیمت سے قبل آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ دوبارہ جو حملہ ہوا ہے اس سے پہلے ہی آپؓ کی نماز جنازہ ادا کر دی تھی اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمروؓ اور عمرو بن جَموحؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کرو کیونکہ ان کے درمیان اخلاص اور محبت تھی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کو جو دنیا میں باہم محبت کرنے والے تھے ایک ہی قبر میں دفن کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ سرخ رنگ کے تھے اور آپؓ کے سر کے اگلے حصے پر بال نہ تھے اور قد زیادہ لمبا نہ تھا جبکہ حضرت عَمرِو بن جَموحؓ لمبے قد والے تھے اس لیے دونوں پہچان لیے گئے اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جزو 3 صفحہ 424، عبداللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2012ء)

ان کا باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

......☆......☆......☆......

+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
Alam Associates
Architect & Engineers
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

بقیہ سیرت المہدی از صفحہ نمبر 9

دنوں میں ایک نگینہ میں کھدوا کر اس کی انگشتری بنائی۔ جو بڑی حفاظت سے اب تک رکھی ہوئی ہے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گذری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ میرا کون سا عمل تھا جس کی وجہ سے یہ عنایت الٰہی شامل حال ہوئی۔ صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے جو کسی چیز کے روکنے سے رُک نہیں سکتی۔ سو یہ اسی کی عنایت ہے میں نے کبھی ریاضات شاقہ بھی نہیں کیں۔ اور نہ زمانہ حال کے بعض صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور نہ گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلّہ کشی کی اور نہ خلاف سنت کوئی ایسا عمل رہبانیت کیا جس پر خدا تعالیٰ کے کلام کو اعتراض ہو۔ بلکہ میں ہمیشہ ایسے فقیروں اور بدعت شعار لوگوں سے بیزار رہا جو انواع اقسام کے بدعات میں مبتلا ہیں۔ ہاں حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ ان کا زمانہ وفات بہت نزدیک تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔'' اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنتِ اہلِ بیتِ رسالت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجالانا بہتر ہے۔ پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کیلئے تاکید کر دی تھی دے دیتا۔ اور اس طرح تمام دن روزہ میں گذارتا۔ اور بجز خدا تعالیٰ کے، ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھا لیتا ہوں مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں۔ سو میں اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا یہاں تک کہ رات دن میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا۔ اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا۔ اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کُھلے۔ چنانچہ بعض گزشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیا اس امت میں گذر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسنین و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا......

غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے وہ انواع اقسام کے مکاشفات تھے ایک اور فائدہ مجھے یہ حاصل ہوا کہ میں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا کہ میں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کر سکتا ہوں۔ میں نے کئی دفعہ خیال کیا کہ اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو میرے ساتھ فاقہ کشی کیلئے مجبور کیا جاوے تو قبل اس کے کہ مجھے کھانے کیلئے کچھ اضطرار ہو وہ فوت ہو جائے۔ اس سے مجھے یہ بھی ثبوت ملا کہ انسان کس حد تک فاقہ کشی میں ترقی کر سکتا ہے اور جب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہو جائے میرا یقین ہے کہ ایسا تنّعم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا...... بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے اور دین العجائز اختیار رکھے۔ آج کل کے اکثر نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔''

(منقول از کتاب البریہ صفحہ 134 تا 166 حاشیہ)

(خاکسار عرض کرتا ہے کہ کتاب البریہ کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مندرجہ ذیل تصانیف میں اپنے خاندانی حالات کا ذکر کیا ہے۔ ازالہ اوہام۔ آئینہ کمالات اسلام حصہ عربی۔ استفتاء عربی۔ لجۃ النور۔ تریاق القلوب۔ کشف الغطا۔ شہادت القرآن۔ تحفہ قیصریہ۔ ستارہ قیصریہ۔ نجم الہدیٰ۔ اشتہار 1894ء)

(سیرۃ المہدی، جلد 1، مطبوعہ قادیان 2007)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

اس پر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک کو لکھا کہ :

"جب آپ کا پہلا خط جو جنڈیالہ کے بعض مسلمانوں کے نام تھا مجھ کو ملا اور میں نے یہ عبارتیں پڑھیں کہ کوئی ہے کہ ہمارا مقابلہ کرے تو میری روح اسی وقت بول اٹھی کہ ہاں میں ہوں جسکے ہاتھ پر خدا تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دیگا اور سچائی کو ظاہر کریگا...... سو آپ صاحبوں کا مسلمانوں کو مقابلہ کیلئے بلانا نہایت مبارک اور نیک تقریب ہے مجھے امید نہیں کہ آپ اس بات پر ضد کریں کہ ہمیں تو جنڈیالہ کے مسلمانوں سے کام ہے نہ کسی اور سے۔ آپ جانتے ہیں کہ جنڈیالہ میں کوئی مشہور اور نامی فاضل نہیں اور یہ آپ کی شان سے بھی بعید ہو گا کہ آپ عوام سے الجھتے پھریں اور اس عاجز کا حال آپ پر مخفی نہیں کہ آپ صاحبوں کے مقابلہ کیلئے دس برس کا پیاسا ہے...... مَیں پورے دس سال سے میدان میں کھڑا ہوں۔ جنڈیالہ میں میری دانست میں ایک بھی نہیں جو میدان کا سپاہی تصور کیا جاوے اسلئے بادب مکلف ہونگا اگر یہ امر مطلوب ہے کہ یہ روز کے قصے طے ہو جائیں اور جس مذہب کیساتھ خدا ہے اور جو لوگ سچے خدا پر ایمان لا رہے ہیں انکے کچھ امتیازی انوار ظاہر ہوں تو اس عاجز سے مقابلہ کیا جائے۔" (ایضاً صفحہ 65)

ڈاکٹر پادری ہنری مارٹن کلارک اور مناظر ڈپٹی عبداللہ آتھم مباہلہ کیلئے تیار نہ ہوئے۔ عبداللہ آتھم نے لکھا کہ نہ ہم معجزہ کی ضرورت سمجھتے ہیں اور نہ ہم میں معجزہ دکھانے کی طاقت ہے البتہ اگر آپ کوئی معجزہ دکھلائیں تو ہم اسکے دیکھنے سے آنکھیں بند نہ کرینگے اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی کر سکتے ہیں اس کو اپنا فرض عین سمجھیں گے۔ اصلاح ان کے مقدر میں نہ تھی۔ اسلام اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان بنتے ہوئے ذلت کے ساتھ اس دُنیا سے کوچ کرنا ان کا مقدر تھا۔ آئندہ انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے پیش کردہ ایک اور انعامی چیلنج ہم قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

غزوہ بنی مصطلق

جنگ اُحد کے بعد مکّہ میں سخت قحط پڑا۔ مکّہ والوں کو جو دشمنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اور جو تدابیر وہ آپ کے برخلاف لوگوں کے درمیان نفرت پھیلانے کی ملک بھر میں کر رہے تھے، بالکل نظر انداز کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِس سخت مصیبت کے وقت میں مکّہ کے غرباء کی امداد کیلئے ایک رقم جمع کی، مگر اِس خیر خواہی کا بھی اہلِ مکہ پر کچھ اثر نہ ہوا اور اُن کی دشمنی میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ وہ دشمنی میں اَور بھی بڑھ گئے۔ ایسے قبائل بھی جو پہلے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے دشمن بن گئے۔ اِن قبائل میں سے ایک قبیلہ بنی مصطلق تھا۔ اُن کے تعلقات مسلمانوں کے ساتھ اچھے تھے مگر اب اُنہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی تیاری کا علم ہوا تو آپ نے حقیقت حال دریافت کرنے کیلئے کچھ آدمی بھیجے جنہوں نے واپس آکر اُن اطلاعات کی تصدیق کی۔ اِس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ خود جا کر اس نئے حملہ کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ آپ نے ایک فوج تیار کی اور اُسے لے کر بنو مصطلق کی طرف گئے۔ جب مسلمانوں کی فوج کا دشمن سے مقابلہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش کی کہ دشمن بغیر لڑائی کے پیچھے ہٹ جانے پر آمادہ ہو جائے مگر اُنہوں نے انکار کیا۔ اِس پر جنگ ہوئی اور چند گھنٹوں کے اندر دشمن کو شکست ہو گئی۔

چونکہ کفّارِ مکہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے تھے اور جو قبائل دوست تھے وہ بھی دشمن بن رہے تھے، اس لئے اُن منافقین نے بھی جو مسلمانوں کے درمیان موجود تھے اِس موقع پر یہ جرأت کی کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے ہو کر جنگ میں حصہ لیں۔ غالباً اُن کا خیال تھا کہ اس طرح اُنہیں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا موقع مل سکے گا مگر بنو مصطلق کے ساتھ جو لڑائی ہوئی وہ چند گھنٹوں میں ختم ہو گئی اِس لئے اِس لڑائی کے دوران میں منافقین کو کوئی شرارت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ بنو مصطلق کے قصبہ میں کچھ دن قیام فرمائیں۔ آپ کے قیام کے دوران میں ایک مکہ کے رہنے والے مسلمان کا ایک مدینہ کے رہنے والے مسلمان سے کنویں سے پانی نکالنے کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ اتفاق سے یہ مکہ والا آدمی ایک آزاد شدہ غلام تھا اُس نے مدینہ والے شخص کو مارا۔ جس پر اُس نے اہل مدینہ کو جنہیں انصار کہتے تھے پکارا اور مکہ والے نے مہاجرین کو پکارا۔ اِس طرح جوش پھیل گیا۔ کسی نے یہ دریافت کرنے کی کوشش نہ کی کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ دونوں طرف کے جوان آدمیوں نے تلواریں نکال لیں۔ عبداللہ بن ابی بن سلول سمجھا کہ ایسا موقع خدا نے مہیا کر دیا ہے۔ اُس نے چاہا کہ آگ پر تیل ڈالے اور اہل مدینہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اِن مہاجرین پر تمہاری مہربانی حد سے بڑھ گئی ہے اور تمہارے نیک سلوک سے اُن کے سر پھر گئے ہیں اور یہ دن بدن تمہارے سر پر چڑھتے جاتے ہیں۔ قریب تھا کہ اِس تقریر کا وہی اثر ہوا ہوتا جو عبداللہ چاہتا تھا اور جھگڑا شدت پکڑ جاتا مگر ایسا نہ ہوا۔ عبداللہ نے اپنی شر انگیز تقریر کا اندازہ لگانے میں غلطی کی تھی اور یہ سمجھتے ہوئے کہ انصار پر اس کا اثر ہو گیا ہے، اُس نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم مدینہ میں واپس پہنچ لیں پھر جو معزز ترین انسان ہے وہ ذلیل ترین انسان کو باہر نکال دے گا۔ معزز ترین انسان سے اُس کی مراد وہ خود تھا اور ارذل ترین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ) جونہی یہ بات اُس کے منہ سے نکلی مؤمنوں پر اُس کی حقیقت کھل گئی اور انہوں نے کہا کہ یہ معمولی بات نہیں بلکہ یہ شیطان کا قول ہے جو ہمیں گمراہ کرنے آیا ہے۔ ایک جوان آدمی اُٹھا اور اپنے چچا کے ذریعے اُس نے یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی۔ آپ نے عبداللہ بن ابی بن سلول اور اُس کے دوستوں کو بلایا اور پوچھا کیا بات ہوئی ہے؟ عبداللہ نے اور اس کے دوستوں نے بالکل انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ واقعہ جو ہمارے ذمہ لگایا گیا ہے ہوا ہی نہیں۔ آپ نے کچھ نہ کہا۔ لیکن سچی بات پھیلنی شروع ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے عبداللہ نے بھی یہ بات سنی۔ وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ اے اللہ کے نبی! میرے باپ نے آپ کی ہتک کی ہے اُس کی سزا موت ہے اگر آپ یہی فیصلہ کریں تو میں پسند کرتا ہوں کہ آپ مجھے حکم دیں کہ میں اپنے باپ کو قتل کروں۔ اگر آپ کسی اور کو حکم دیں گے اور میرا باپ اُس کے ہاتھوں مارا جائے گا تو ہوسکتا ہے کہ میں اُس آدمی کو قتل کر کے اپنے باپ کا بدلہ لوں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے لوں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا ہرگز ارادہ نہیں میں تمہارے والد کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کروں گا۔ جب عبداللہ نے اپنے باپ کی بیوفائی اور درشت کلامی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور مہربانی سے مقابلہ کیا تو اس کا ایمان اور بڑھ گیا اور اپنے باپ کے خلاف اُس کا غصہ بھی اُسی نسبت سے ترقی کر گیا۔ جب لشکر مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے آگے بڑھ کر اپنے باپ کا راستہ روک لیا اور کہا میں تم کو مدینہ کے اندر داخل نہیں ہونے دوں گا تاوقتیکہ تم وہ الفاظ واپس نہ لے لو جو تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف استعمال کئے ہیں۔ جس منہ سے یہ بات نکلی ہے کہ خدا کا نبی ذلیل ہے اور تم معزز ہو اُسی منہ سے تم کو یہ بات کہنی ہوگی کہ خدا کا نبی معزز ہے اور تم ذلیل ہو۔ جب تک تم یہ نہ کہو میں تمہیں ہرگز آگے نہ جانے دوں گا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول حیران اور خوفزدہ ہو گیا اور کہنے لگا اے میرے بیٹے! میں تمہارے ساتھ اتفاق کرتا ہوں، محمد معزز ہے اور میں ذلیل ہوں۔ نوجوان عبداللہ نے اس پر اپنے باپ کو چھوڑ دیا۔

مدینہ پر سارے عرب کی چڑھائی

غزوہ خندق

اس سے پہلے یہود کے دو قبیلوں کا ذکر کیا جا چکا ہے جو لڑائی، فساد، قتل اور قتل کرنے کے منصوبوں کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ ان میں سے بنو نضیر کا کچھ حصہ تو شام کی طرف ہجرت کر گیا تھا اور کچھ حصہ مدینہ سے شمال کی طرف خیبر نامی ایک شہر کی طرف ہجرت کر گیا تھا۔ خیبر عرب میں یہود کا ایک بہت بڑا مرکز تھا اور ایک قلعہ بند شہر تھا۔ یہاں جا کر بنو نضیر نے مسلمانوں کے خلاف عربوں میں جوش پھیلانا شروع کیا۔ مکہ والے تو پہلے ہی مخالف تھے، کسی مزید انگیخت کے محتاج نہ تھے۔ اسی طرح غطفان نامی نجد کا قبیلہ جو عرب کے قبیلوں میں بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا وہ بھی مکہ والوں کی دوستی میں اِسلام کی دشمنی پر آمادہ رہتا تھا۔ اب یہود نے قریش اور غطفان کو جوش دلانے کے علاوہ بنو سلیم اور بنو اسد دو اَور زبردست قبیلوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف اُکسانا شروع کیا اور اسی طرح بنو سعد نامی قبیلہ جو یہود کا حلیف تھا اُس کو بھی کفّارِ مکہ کا ساتھ دینے کیلئے تیار کیا۔ ایک لمبی تیاری کے بعد عرب کے تمام زبردست قبائل کے ایک اتحادِ عام کی بنیاد رکھ دی گئی جس میں مکہ کے لوگ بھی شامل تھے۔ مکہ کے اِردگرد کے قبائل بھی تھے اور نجد اور مدینہ سے شمال کی طرف کے علاقوں کے قبائل بھی شامل تھے اور یہود بھی شامل تھے۔ اِن سب قبائل نے مل کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کیلئے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ یہ ماہ شوال 5 ہجری آخر فروری و مارچ 627ء کا واقعہ ہے۔ مختلف مؤرخوں نے اس لشکر کا اندازہ دس ہزار سے چوبیس ہزار تک لگایا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ تمام عرب کے اجتماع کا نتیجہ صرف دس ہزار سپاہی نہیں ہوسکتا یقیناً چوبیس ہزار والا اندازہ زیادہ صحیح ہے اور اگر اور کچھ نہیں تو یہ لشکر اٹھارہ بیس ہزار کا تو ضرور ہوگا۔ مدینہ ایک معمولی قصبہ تھا اِس قصبہ کے خلاف سارے عرب کی چڑھائی کوئی معمولی نہیں تھی۔ مدینہ کے مرد جمع کر کے (جن میں بوڑھے، جوان اور بچے بھی شامل ہوں) صرف تین ہزار آدمی نکل سکتے تھے اس کے برخلاف دشمن کی فوج بیس اور چوبیس ہزار کے درمیان تھی اور پھر وہ سب کے سب فوجی آدمی تھے۔ جوان اور لڑنے کے قابل تھے۔ کیونکہ جب شہر میں رہ کر حفاظت کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس میں بچے اور بوڑھے بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر جب دُور دراز مقام پر لشکر چڑھائی کر کے جاتا ہے تو اُس میں صرف جوان اور مضبوط آدمی ہوتے ہیں۔ پس یہ بات یقینی ہے کہ کفّار کے لشکر میں بیس ہزار یا پچیس ہزار جتنے بھی آدمی تھے وہ سب کے سب مضبوط، جوان اور تجربہ کار سپاہی تھے۔ لیکن مدینہ کے کل مردوں کی تعداد بچوں اور اپاہجوں کو ملا کر بمشکل تین ہزار ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر مدینہ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سمجھی جائے تو دشمن کی تعداد چالیس ہزار سمجھنی چاہئے اور اگر دشمن کے لشکر کی تعداد بیس ہزار سمجھی جائے تو مدینہ کے سپاہیوں کی تعداد صرف ڈیڑھ ہزار فرض کرنی چاہئے۔ جب اِس لشکر کے جمع ہونے اور حملہ کی تیاریوں کی خبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہئے۔ صحابہ میں سلمان فارسیؓ سے جو سب سے پہلے فارسی مسلمان تھے دریافت فرمایا کہ تمہارے ملک میں ایسے موقع پر کیا کیا کرتے ہیں؟ تو اُنہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! جب شہر بے حفاظت ہو اور سپاہی تھوڑے ہوں تو ہمارے ملک کے لوگ خندق کھود کر اُس کے اندر محصور ہو جایا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی یہ تجویز پسند فرمائی۔ مدینہ کے ایک طرف ٹیلے تھے دوسری طرف ایسے محلے تھے جن کے مکانات ایک دوسرے سے پیوستہ تھے اور دشمن صرف چند گلیوں میں سے ہو کر آسکتا تھا۔ تیسری طرف کچھ مکانات تھے اور کچھ باغات اور کچھ فاصلہ پر یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے قلعے تھے۔ یہ قبیلہ چونکہ مسلمانوں سے اتحاد کا معاہدہ کر چکا تھا اِس لیے یہ سمت بھی محفوظ سمجھ لی گئی تھی۔ چوتھی طرف کھلا میدان تھا اور اس طرف سے زیادہ خطرہ ہوسکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فیصلہ کیا کہ اِس کھلے میدان کی طرف خندق بنا دی جائے تا کہ دشمن اچانک شہر میں داخل نہ ہوسکے۔ چنانچہ آپ نے دس دس گز کا حصہ کھودنے کیلئے دس دس آدمیوں کے سپرد کر دیا اور اس طرح قریباً ایک میل لمبی خندق کھدوائی۔ جب خندق کھودی جارہی تھی تو زمین میں سے ایک ایسا پتھر نکلا جو کسی طرح لوگوں سے ٹوٹتا نہیں تھا۔ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس بات کی خبر دی تو آپ وہاں خود تشریف لے گئے۔ اپنے ہاتھ میں کدال پکڑا اور زور سے اُس پتھر پر مارا۔ کدال کے پڑنے سے اس پتھر میں سے روشنی نکلی اور آپ نے فرمایا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر دوبارہ آپ نے کدال مارا تو پھر روشنی نکلی پھر آپ نے فرمایا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر آپ نے تیسری دفعہ کدال مارا اور پھر پتھر سے روشنی نکلی اور ساتھ ہی پتھر ٹوٹ گیا۔ اس موقع پر پھر آپ نے فرمایا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ صحابہؓ نے آپ سے پوچھا۔ یَارَسُوْلَ اللہ! آپ نے تین دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کیوں فرمایا؟ آپ نے فرمایا پتھر پر کدال پڑنے سے تین دفعہ جو روشنی نکلی تو تینوں دفعہ خدا نے مجھے اسلام کی آئندہ ترقیات کا نقشہ دکھایا۔ پہلی دفعہ کی روشنی میں مملکت قیصر کے شام کے محلات دکھائے گئے اور اُس کی کنجیاں مجھے دی گئیں، دوسری دفعہ کی روشنی میں مدائن کے سفید محلات مجھے دکھائے گئے اور مملکت فارس کی کنجیاں مجھے دی گئیں، تیسری دفعہ کی روشنی میں صنعاء کے دروازے مجھے دکھائے گئے اور مملکت یمن کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔ پس تم خدا کے وعدوں پر یقین رکھو دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

یہ تھوڑے سے آدمی اتنی لمبی خندق فوجی اصول کے مطابق تو نہیں کھود سکتے تھے۔ پس یہ خندق اتنا ہی فائدہ دے سکتی تھی کہ دشمن اچانک اندر نہ گھس آئے ورنہ اس خندق سے پار ہونا دشمن کیلئے ناممکن نہیں تھا۔ چنانچہ آئندہ جو واقعات بیان ہوں گے اُن سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ دشمن نے بھی مدینہ کے حالات کو مدنظر رکھ کر اُسی طرف سے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ چنانچہ دشمن کا لشکر جرار اسی طرف سے مدینہ میں داخل ہونے کیلئے آگے بڑھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بھی کچھ لوگوں کو شہر کے دوسرے حصوں کی حفاظت کیلئے مقرر کر دیا اور بقیہ آدمیوں کو ساتھ لے کر جو بارہ سَو کے قریب تھے خندق کی حفاظت کیلئے تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ)

(نبیوں کا سردارؐ، صفحہ 112 تا 119، مطبوعہ قادیان 2014ء)

......☆......☆......☆......

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

تَھَادُوْا تَحَابُّوْا (اربعین اطفال)

(ایک دوسرے کو تحفہ دیا کرو تا کہ آپس میں تمہاری محبت بڑھے)

طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

نور اور تاریکی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے

لہٰذا ایمانی نور اور گناہ کی تاریکی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی

(ریویو آف ریلیجنز، جلد 1 نمبر 5، صفحہ 202)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ تریپور، صوبہ تامل ناڈو)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

روایت نمبر 129 کا بقیہ حصہ

میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پاسیر بھی کیا۔لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا۔اور یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میں نے ان کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا۔اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصہ پایا۔

بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں۔اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کیلئے مقرر کئے گئے۔جن کا نام فضل احمد تھا۔میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے۔اور میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو اُن سے پڑھے۔ اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کیلئے مقرر کیا تھا۔اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا او ربعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے ۔اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے۔اور نیز ان کا یہ بھی مطلب تھا کہ میں اس شغل سے الگ ہو کر ان کے غموم وہموم میں شریک ہو جاؤں۔آخر ایسا ہی ہوا۔میرے والد صاحب اپنے بعض آباء واجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا اِن بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا رہا۔ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ پر تھی۔مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کی طرح مجھے رو بخلق بناویں۔اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی ۔ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان میں آنا چاہا میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کیلئے دو تین کوس جانا چاہئے۔مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا اس لئے نہ جا سکا۔پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا۔اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کیلئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کیلئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا اور ان کیلئے دعا میں مشغول رہتا تھا۔اور وہ مجھے دلی یقین بِرًّۢا بِالْوَالِدَیْنِ سے جانتے تھے اور بسا اوقات کہا کرتے تھے کہ ’’میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف صحیح اور سچ بات یہی ہے۔ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں۔‘‘ ایسا ہی ان کے زیر سایہ ہونے کے ایّام میں چند سال تک میری عمر کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی۔آخر چونکہ میرا جدا رہنا میرے والد صاحب پر بہت گراں تھا۔اس لئے ان کے حکم سے جو عین میری منشا کے موافق تھا میں نے استعفٰی دے کر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سبکدوش کر دیا۔اور پھر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔اور جب میں حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا۔تو بدستور ان ہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا۔اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سنایا بھی کرتا تھا۔اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔ انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی تھی۔ کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مدت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا۔اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن اور اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے۔اور مجھے ان حالات کو دیکھ کر ایک پاک تبدیلی کرنے کا موقعہ حاصل ہوتا تھا کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہے۔اگرچہ حضرت والد صاحب کے چند دیہات ملکیت باقی تھے اور سرکار انگریزی کی طرف سے کچھ انعام بھی سالانہ مقرر تھا۔اور ایام ملازمت کی پنشن بھی تھی مگر جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے اس لحاظ سے وہ سب کچھ ہیچ تھا۔اس وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے۔اور بارہا کہتے تھے کہ جس قدر میں نے اس پلید دنیا کیلئے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کیلئے کرتا تو شاید آج قطب یا غوث وقت ہوتا اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

عمر بگذشت و نماند ست جزایّامے چند
بہ کہ در یادِ کسے صبح کنم شامے چند

اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ ایک اپنا بنایا ہوا شعر رقت کیساتھ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہے۔ ؎

ازدر تو اے کس ہر بے کسے
نیست امیدم کہ رَوَم نا امید

اور کبھی درد دِل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے ؎

بآب دیدۂ عشاق و خاک پائے کسے
مرا دلیست کہ درخوں تپد بجائے کسے

حضرت عزت جلّ شانہٗ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان پر غلبہ کرتی گئی تھی۔ بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کے بیہودہ خرخشوں کیلئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی۔ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ ایک بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے۔تو میں اُس وقت آپ کی طرف پیشوائی کیلئے دوڑا جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہئے۔یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا جس میں صرف ایک روپیہ تھا اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی کھوٹا ہے۔یہ دیکھ کر میں چشم پُر آب ہو گیا۔اور پھر آنکھ کھل گئی اور پھر آپ ہی تعبیر فرمانے لگے کہ دنیاداری کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپیہ کی طرح ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخر حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں گزرا اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی اور اپنے والد صاحب یعنی میرے پڑدادا صاحب کا ایک شعر بھی سنایا کرتے تھے جس کا ایک مصرع راقم کو بھول گیا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ: ع

’’کہ جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے‘‘

اور یہ غم اور درد ان کا پیرانہ سالی میں بہت بڑھ گیا تھا۔اسی خیال سے قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والد صاحب نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی کہ جو اس جگہ کی جامع مسجد ہے۔اور وصیت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو تا خدائے عزّوجل کا نام میرے کان میں پڑتا رہے۔کیا عجب کہ یہی ذریعۂ مغفرت ہو۔ چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجوہ مکمل ہو گئی اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں کہ حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہو گئے اور اس مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا دفن کئے گئے۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ۔اٰمین قریباً اَسّی یا پچاسی برس کی عمر پائی۔

ان کی یہ حسرت کی باتیں کہ میں نے کیوں دنیا کیلئے وقت عزیز کھویا اب تک میرے دل پر دردناک اثر ڈال رہی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو دنیا کا طالب ہوگا آخر اس حسرت کو ساتھ لے جائے گا۔جس نے سمجھنا ہو سمجھے...... مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا تب میں جلدی سے قادیان پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا۔لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے کیونکہ مرض کی شدت کم ہو گئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز اُن کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرا آرام کر لو کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی سخت پڑتی تھی۔ میں آرام کیلئے ایک چوبارہ میں چلا گیا۔اور ایک نوکر پیر دبانے لگا کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا۔’’وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ‘‘ یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا۔‘‘ سبحان اللہ کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر حسرت کرتا ہوا فوت ہوتا ہے اس کی وفات کو عزا پرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے اس بات سے اکثر لوگ تعجب کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی عزا پُرسی کیا معنے رکھتی ہے۔مگر یاد رہے کہ حضرت عزوجل شانہٗ جب کسی کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو ایک دوست کی طرح ایسے معاملات اس سے کرتا ہے۔چنانچہ خدا تعالیٰ کا ہنسنا بھی جو حدیثوں میں آیا ہے ان ہی معنوں کے لحاظ سے آیا ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا جو میں نے ابھی ذکر کیا ہے تو بشریّت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئے گا۔تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے؟ اور اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح میرے دل میں دھنس گیا۔پس مجھے اس خدائے عزّوجل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر کے دکھلا دیا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا ۔میرا وہ ایسا متکفل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفل نہیں ہوگا۔میرے پر اس کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں ان کا شمار کر سکوں اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہو گئے۔یہ ایک پہلا دن تھا جو میں نے بذریعہ خدا کے الہام کے ایسا رحمت کا نشان دیکھا جس کی نسبت میں خیال نہیں کر سکتا کہ میری زندگی میں کبھی منقطع ہو۔ میں نے اس الہام کو ان ہی

باقی صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر قسم کی نفسانی غرضوں کو ایک واقفِ زندگی کو
اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرنی ہوگی اور یہی وقف کی حقیقت ہے

(خطاب بر موقع تقریب تقسیم اسناد جامعہ احمدیہ برطانیہ 2019)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اللہ تعالیٰ کے عشق سے مخمور ہونا اور
پھر دنیاوی آلائشوں سے پاک ہونا یہ ایک بہت بڑا کام ہے

(خطاب بر موقع تقریب تقسیم اسناد جامعہ احمدیہ برطانیہ 2019)

طالب دعا: ناصر احمد ایم. بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم. اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

اس زمانہ میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو تبھی پورا کر سکتے ہیں جب اپنی ذمہ داریاں سمجھتے ہوئے، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو جو اسلام کا حقیقی اور سچا اور دنیا کی نجات کا پیغام ہے دنیا تک پہنچانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں

آج جماعت کی قربانیاں ہی ہیں جو خالص دین کیلئے ہیں اور دین کو قائم کرنے کیلئے اور انسانیت کا سر فخر سے بلند کرنے کیلئے ہیں، ان قربانیوں میں آج تک ایک بھی ایسی مثال نہیں جس میں کسی احمدی نے ظلم کا ساتھ دینے کیلئے اپنا خون بہایا ہو یا دوسرے کا خون بہایا ہو اور پھر اسے مذہب کا لبادہ اوڑھایا ہو

احمدیوں کے دل آنحضرت ﷺ کی محبت سے سرشار ہیں، کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ احمدی کی پہچان ہے
ہماری دیواروں اور بورڈوں سے تو یہ کلمہ مٹایا جا سکتا ہے، لیکن ہمارے دلوں سے اسے کبھی نہیں مٹایا جا سکتا
(پاکستان میں فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں لاٹھیاں والا میں پولیس کے احمدیہ مسجد اور عمارات سے کلمہ طیبہ کو مٹانے اور ہتھوڑوں سے توڑنے کی مذموم حرکت کا تذکرہ)

ہمارے مربیان اور مبلغین کا کام ہے کہ اس علم کو جو خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے پھیلائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خاص فوج میں شامل ہو جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صف اوّل کے مجاہدین کہلانے والے ہونے چاہئیں، اپنوں کی تعلیم و تربیت بھی بہت بڑا کام ہے جو ہمارے مربیان اور مبلغین کے سپرد ہے

آج وہ نوجوان جو دنیا کے مختلف جامعات میں پڑھ رہے ہیں وہ بھی یہ عہد کریں کہ ہم نے اپنے عہد کو پورا کرنے کیلئے کسی بھی قسم کی دُنیاوی خواہش کو روک نہیں بننے دینا۔ جو میدان عمل میں ہیں وہ بھی اپنے جائزے لیں کہ کیا ہم اپنے وقف زندگی ہونے کا حق ادا کر رہے ہیں؟ خالص ہو کر اپنے وقف کے تقاضے پورے کرنے کیلئے جُت جائیں
(واقفین زندگی، مربیان و مبلغین اور واقفین نو کو اہم نصائح)

ہر احمدی کو اپنے نمونے قائم کرنے ہوں گے تبھی تبلیغ کے میدان میں ترقی ہو سکتی ہے، اگر ایک مربی اپنی بھرپور کوشش کر بھی رہا ہو لیکن افراد جماعت کے نمونے اس ماحول میں ایسے ہیں جو دوسروں کیلئے ٹھوکر کا باعث بن رہے ہیں تو مبلغ کی کوشش کوئی کام نہیں دکھا سکتی

جوں جوں ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے دور جا رہے ہیں
ایک خاص کوشش اور دعا کے ساتھ ساتھ قربت الٰہی اور معرفت الٰہی کے حصول کے راستے بھی تلاش کرنے چاہئیں

تَفَقُّہ فِی الدِّیْنِ کا یہ بھی مطلب ہے کہ جو دینی علم حاصل کرو اس کا انتشار بھی امام کے تابع رہ کر اور اس کی منظوری سے کرو
اگر یہ نہیں ہوگا تو خلافت علیٰ منہاج نبوت کا تصور ہی غلط ہو جائے گا

ہمیشہ سمجھیں کہ آپ کے ہاتھ کے پیچھے آج احمدیت اور حقیقی اسلام کا چہرہ ہے جسے آپ نے کبھی نقصان نہیں پہنچنے دینا اور ہر وقت چوکس رہنا ہے
اور ہر احمدی نے خلافت احمدیہ کی حفاظت کیلئے جان، مال، وقت اور عزت قربان کرنے کا جو عہد کیا ہے اسے پورا کرنا ہے
اور یہ اس وقت ہوگا جب ہر احمدی اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہوگا، اپنے اعمال پر نظر رکھنے والا ہوگا

انبیاء کا انکار کرنے والے، ان سے استہزاء کرنے والے، انہیں تکلیفیں دینے والے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آتے ہیں اور چاہے خدا تعالیٰ انہیں اس دنیا میں سزا دے یا اگلے جہان میں سزا دے بہرحال وہ سزا کا مورد ٹھہرتے ہیں

آج جرمنی کے احمدیوں سے بھی مَیں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ فرض ہے کہ تبلیغ کیلئے ایک خاص اور معین اور ایک کریش پروگرام بنائیں کیونکہ جرمن قوم ایسی ہے جس میں دین کا رجحان ہے، یہ جو اسلام کی طرف رجحان ہے اس کو حقیقی اسلام کی طرف رجحان میں ڈھالنے کی کوشش کریں

اس زمانے کے حصن حصین کی پناہ میں آنے والو! آج پھر اس نوبت خانے سے ایک شان کے ساتھ اس موسیقی کی آواز اٹھانے کی ضرورت ہے
جو تمام دنیاوی موسیقیوں پر حاوی ہو جائے اور دنیا میں ایک ہی نعرہ سنا جانے لگے جو اللہ اکبر کا نعرہ ہو
اور ایک ہی کلمہ پڑھا جانے لگے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ ہو، پس میں دوبارہ اس بات کی یاد دہانی کرواتا ہوں کہ اس سال کو مشرق و مغرب اور شمال اور جنوب میں بسنے والا ہر احمدی اس نعرہ کو ایک خاص شان اور نئے عزم کے ساتھ لگانے کی ابتدا کا نشان بنا دے، جماعت احمدیہ کی نئی صدی کی ابتدا اور پہلا سال دنیا میں انقلاب لانے کا ایک سنگ میل بن جائے، یورپ اور ایشیا، افریقہ اور امریکہ اور جزائر میں ایک ہی وقت میں اس نعرے کی آوازیں اور اس موسیقی کی دھنیں سنی جانے لگیں
پس اٹھو اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اس کام میں صرف کر دو، اللہ تمہیں توفیق دے، اللہ ہمیں توفیق دے۔ آمین!‘‘

اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی، فرمودہ 16 ؍ اگست 2009 بمقام منہائم (جرمنی)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

جلسہ سالانہ برطانیہ کی آخری تقریر میں مَیں نے جماعت کو انبیاء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ نیز یہ کہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو تبھی پورا کر سکتے ہیں جب اپنی ذمہ داریاں سمجھتے ہوئے، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو جو اسلام کا حقیقی اور سچا اور دنیا کی نجات کا پیغام ہے دنیا تک پہنچانے میں اپنا بھر پور کردار ادا کریں۔ تبلیغ کے ضمن میں مَیں کچھ اور باتیں کہنا چاہتا ہوں جو مَیں وہاں کہنا چاہتا تھا لیکن وقت کی وجہ سے نہیں کہہ سکا پھر مَیں نے سوچا کہ کچھ پوائنٹس جو مَیں نے نوٹ کئے تھے وہ جرمنی کیلئے لکھ لوں۔ اِن میں سے بھی کچھ بیان کرسکوں گا اور یہ باقی پوائنٹس مَیں نے اس لئے بھی رکھے تھے کہ اُس وقت جماعت کے افراد کا جو ردّعمل ظاہر ہوا اور اب تک ہو رہا ہے اُس نے میرے اس خیال کو مزید تقویت دی کہ بات کی بظاہر تکرار سے گو تکرار نہیں ہوتی لیکن تکرار ہو بھی جائے تو فائدہ ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا مضمون ہے جس کی تکرار ہونی بھی چاہئے ۔ اس لئے اس مضمون کو دوبارہ مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا کہ لوگوں پر اسکا ایک اثر اور توجہ ہے اور یہی جماعت احمدیہ کی خوبصورتی ہے اور شان ہے کہ جب بات کہی جائے تو اثر ہوتا ہے ۔ ایک تو فوری اثر اور ردّعمل تھا جو عربوں نے دکھایا اور تمام دنیا نے دیکھا اور اس ردّعمل کو دیکھ کر اور عربوں کی طرف سے لبیّک لبیّک کا نعرہ سن کر دنیا کے مختلف ممالک کے احمدیوں کے مجھے خطوط بھی آرہے ہیں اور فیکسیں بھی آرہی ہیں اور پھر خود لوگوں کے اندر بھی صرف نعرے سن کر ہی نہیں بلکہ بات سن کر ایک احساس جاگا ہے۔ پس اس احساس کو ہمیشہ کیلئے جگائے رکھنے کی ضرورت ہے اور جب یہ احساس شدت سے جاگے گا اور اس میں ایک تسلسل قائم رہے گا تو مخالفین بھی اپنی تمام تر کوششیں بروئے کار لائیں گے۔ جماعت کو دبانے کیلئے ہر قسم کے جتن کریں گے۔ یہی انبیاء کی جماعتوں سے مخالفین کا سلوک ہوتا رہا ہے اور یہی نبی کے سچا ہونے کی دلیل ہے کہ مخالفین ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس کے پیغام کو ختم کرنے کیلئے بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور نصرتوں کے دروازے پہلے سے بڑھ کر کھلتے چلے جاتے ہیں ۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ مخالفت بھی سچائی کی نشانی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں:

”عادت اللہ اسی طرح پر ہے کہ جس سلسلہ کو خدا تعالیٰ خود قائم کرتا ہے اس کی سب سے زیادہ مخالفت ہوتی ہے۔ جس سلسلے کی مخالفت نہ ہو یا اگر ہو بھی تو بہت کم ہو وہ سلسلہ سچا نہیں ہوتا۔ سچے سلسلہ کی سچائی کا ایک بڑا نشان یہ بھی ہے کہ اس کی بہت مخالفت ہو۔ دیکھو ہمارے نبی کریم ﷺ نے جب دعویٰ کیا تو کمبخت مخالفوں نے بہت شور مچایا اور بڑی مخالفت کی۔ مگر جب مسیلمہ کذاب نے دعویٰ کیا تو سب آپس میں مل جل گئے۔ کسی نے مخالفت نہ کی۔ وجہ یہ ہے کہ شیطان جھوٹے کا دشمن نہیں ہوتا۔ سچے کی مخالفت میں سب اپنا زور لگاتا ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم ﷺ کے اپنے بیگانے سب دشمن ہو گئے۔ کیا عالم اور کیا جاہل سب کے سب مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے یہاں تک کہ جن کو دین سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا وہ بھی دشمن ہو گئے۔“ فرمایا ”آج کا بھی یہی حال ہے۔ ہر ایک نے مخالفت پر کمر باندھی ہوئی ہے۔ بڑے بڑے جرائم پیشہ اور بدکار لوگ ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو دنیا طلبی کی ہی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں اور بھُولے سے بھی کبھی دین کا نام نہیں لیتے۔ ہر وقت زمینداری اور ملازمت میں ہی مست رہتے ہیں اور دین کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتے اور مذہب سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتے وہ ہماری مخالفت کرتے اور ہمارا نام سنتے ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اگر تمام دنیا سے بدتر ہوں تو مَیں ہی ہوں۔ سو ایسے لوگوں کا فیصلہ تو اب خدا خود کرے گا۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 254 تا 255)

اور یہی مخالفت کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے۔

ہمارے مخالفین یہ دلیل دیتے ہیں کہ دیکھو تمام مسلمانوں نے احمدیوں کو اپنے میں سے نکال دیا ہے اور یہ احمدیوں کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ ہماری دلیلوں کا جب بعض عرب علماء کے پاس بھی جواب نہیں ہوتا تو باوجود اسکے کہ عام حالات میں وہ اپنے آپ کو عربی دانی کی وجہ سے دین کا اور قرآن کریم کا سب سے زیادہ فہم و ادراک رکھنے والا سمجھتے ہیں لیکن ہمارے بارے میں وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کے اور پاکستان کے علماء نے جو فتویٰ دیا ہے تو کسی بنیاد پر ہی دیا ہوگا۔ اگر سچے ہوتے تو وہ قبول کیوں نہ کرتے۔ ہندوستان اور پاکستان کے نام نہاد علماء کو تو اپنے منبر کی فکر تھی۔ نیک نیتی اور تقویٰ تو اُن میں تھا ہی نہیں کہ غور کرتے۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت میں سب اس لئے اکٹھے ہو گئے کہ اُن کو اپنے پیٹ کی فکر تھی جیسا کہ ہمیشہ سے انبیاء کے مخالفین کا طریق رہا ہے اور ساری قوم سے پھر ان لوگوں نے پاکستان میں خاص طور پر طاقت کے زور پر یہ کہلوایا اور کہلوایا جاتا ہے کہ یہ اعلان کرو کہ نعوذ باللہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ ہر سرکاری کاغذ پر لکھ کر دینا پڑتا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بالکل یہی صورتحال آج بھی ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے شاید عید کی نماز کے علاوہ کبھی کوئی نماز نہ پڑھی ہو اور دنیا داری میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کی بلکہ عمومی طور پر قوم کی بھی اخلاقی حالت کا یہ حال ہے کہ زوال انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور اس کی نشاندہی خود ملکی اخبارات بھی کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ جو ہیں وہ تو پکے مسلمان ہونے کا لیبل لگائے ہوئے ہیں لیکن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام جو آنحضرت کی پیشگوئیوں کے مطابق اور آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ: 4) کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے وہ نعوذ باللہ دجّال اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ کہلوائے جا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تو مسلمان ہونے کی تعریف کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بیان فرمائی تھی۔ لیکن ان نام نہاد علماء کے نزدیک مسلمان کی تعریف صرف اور صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو گالیاں نکالنا رہ گئی ہے اور ان گالیوں کو غیرت رسول ﷺ اور ختم نبوت کا لبادہ اوڑھا کر خدمت اسلام پر محمول کرتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کے خلاف زہر سے بھرا جاتا ہے اور نہیں سوچتے کہ اس کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ان کا فیصلہ تو اب خدا کے پاس ہے۔ اس دنیا میں آج کل جو ان کی حالت ہو رہی ہے یہ خدا تعالیٰ کے فیصلے کا اظہار ہی ہو رہا ہے لیکن یہ اُن کو نظر نہیں آسکتا۔ جو کچھ خوف خدا رکھتے ہوں انہیں کو یہ نظر آسکتا ہے۔

پس ہمیں تو مخالفتیں ایمان میں مضبوطی کا باعث بنانے والی ہوتی ہیں اور ہونی چاہئیں کہ یہی انبیاء کی جماعتوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ ان تمام مخالفتوں کے باوجود انبیاء اپنا پیغام پہنچانے سے نہیں رکتے رہے اور ان کو ماننے والے بھی نہیں رکتے رہے اور نہ ہی خوفزدہ ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کی کس قدر مخالفت ہوئی۔ اس کا تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ پھر آپ کے صحابہ کے ساتھ طاقتور مخالفین نے کیا سلوک کیا۔ یہ بھی ایک ایسا دردناک سلسلۂ واقعات ہے جو جہاں جذبات سے مغلوب کر دیتا ہے وہاں اُن صحابہ کیلئے دعا بھی نکلتی ہے جنہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے لیکن توحید پر آنچ نہ آنے دی۔ آنحضرت ﷺ سے عشق و محبت پر حرف نہ آنے دیا۔ ننگی پیٹھوں پر گرم تپتی ہوئی ریت اور سینوں پر بھاری بھرکم گرم پتھر برداشت کئے۔ دہکتے ہوئے کوئلوں کو اپنے جسموں کی چربی سے ٹھنڈا کیا۔ اپنے جسموں کو چِروا لیا لیکن خدا تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان اور ان سے محبت کو اپنے دلوں سے نکالنا گوارا نہ کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کا دور آیا تو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید نے جن کے پاس دولت بھی تھی اور جن کے مرید بھی ہزاروں کی تعداد میں تھے جب حق کو دیکھ کر زمانے کے امام اور مسیح و مہدی کو آنحضرت ﷺ کے سلام کا پیغام پہنچایا تو زندہ زمین میں گاڑے گئے باوجود بادشاہ وقت کے بار بار کے اس پیغام کے کہ تمہاری زندگی صرف اس صورت میں بچ سکتی ہے کہ مسیح الزمان اور مہدی دوران کا انکار کرو آپ نے آنحضرت ﷺ کے فرمان کو پورا کرنے پر اپنی جان کو کوئی وقعت نہ دی۔ مسیح موعود کو جو سلام پہنچایا اپنی جان کا نذرانہ دے کر اُس سلام کی حفاظت کی۔ جانتے تھے کہ یہی سلام مجھے اللہ اور اسکے رسول کا مقرب بنائے گا۔ جانتے تھے کہ اس سلام کے بدلے فرشتے بھی مجھ پر سلام بھیجیں گے۔ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔ یعنی انہیں سلام کہا جائے گا ربّ رحیم کی طرف سے، مَیں اس کا مصداق بننے والا ہوں۔ پس جو اپنے ایمان کو انتہا پر پہنچاتے ہوئے مسیح و مہدی کو سلام پہنچا کر اپنی جان کے بدلے ربّ رحیم کے سلام کا حق دار بن جائے اُسے اور کیا چاہئے۔

اسی طرح حضرت مولوی عبدالرحمن خان صاحب بھی تھے۔ انہوں نے مخالفتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ان دو بزرگوں نے قربانی کے وہ معیار قائم کئے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ”تذکرۃ الشہادتین“ میں بیان فرمایا ہے۔ اور پھر جیسا کہ الٰہی جماعتوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے آج تک جماعت کے افراد اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے چلے جا رہے ہیں ۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ مختلف قسم کی قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ یہ سب قربانیاں کیوں ہیں؟ اس لئے کہ مسیح محمدی کے پیغام کو دنیا تک پہنچایا جائے۔

دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے جان کی قربانیاں پیش کیں۔ لیکن وہ جان کی قربانیاں اس تعلیم کے خلاف ہیں جو آنحضرت ﷺ نے پیش فرمائی تھیں۔ آپؐ نے تو فرمایا کہ مسلمان کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو محفوظ رہنا چاہئے۔ لیکن یہ خودکش حملے کر کے خود اس بات کی کھلے طور پر نفی کر رہے ہیں۔ آپؐ نے تو جنگ کی حالت میں بھی دشمن کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا تھا۔ اور یہ اپنے ہی ملک میں اپنے ہی ہم قوموں اور ہم مذہبوں کو ظالمانہ طریقے پر قتل کرتے جا رہے ہیں۔ اور اس قتل و غارت اور ظلم کی انتہا کی ہوئی ہے اور پھر اس پر مزید یہ کہ یہ سب کچھ اسلام اور مذہب کے نام پر ہو رہا ہے۔

ہم احمدی تو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مسیح موعود کی آمد سے کوئی خونی انقلاب نہیں آنا بلکہ دینی جنگوں کا خاتمہ ہونا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے سلام پہنچانے کے اس پیغام میں جہاں مسیح و مہدی کو قبول کرنے کی طرف ہدایت ہے وہاں اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ مسیح و مہدی نے آنحضرت ﷺ کے نام احمدؐ کا پرتَو بننا ہے اور یہ پرتَو بن کر پیار، محبت، صلح اور آشتی کا پیامبر بننا ہے۔ اس لئے اُسے سلام پہنچا کر اس سلامتی پہنچانے والے گروہ میں شامل ہو کر ہر طرف محبت، پیار اور صلح کا پیغام پہنچا دو۔ پیار اور محبت سے اپنے پیدا کرنے والے خدا کی پہچان کروا دو۔ محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے تمام دنیا کو لانے کی کوشش کرو۔

پس ہماری جانیں پیار و محبت پھیلانے کی پاداش میں قربان ہوتی ہیں۔ ان کے نزدیک یہ بھی ایک جرم ہے۔ دوسرے لوگ اگر اپنی جانیں دے بھی رہے ہیں تو ظلم و بربریت کے نمونے دکھانے کیلئے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ معصوم بچوں کو برین واش کر کے دین کے یہ ٹھیکیدار خودکش حملوں کیلئے تیار کرتے ہیں اور پھر بڑے فخر سے اس کا بیان بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ دین کے نام پر ماؤں سے اُن کے جگر گوشوں کے نذرانے مانگتے ہیں لیکن اپنا ایک بچہ بھی قربان کرنے کیلئے کبھی تیار نہیں ہوتے ۔ پس آج جماعت احمدیہ کی قربانیاں ہی ہیں جو خالص دین کیلئے ہیں اور دین کو قائم کرنے کیلئے اور انسانیت کا سر فخر سے بلند کرنے کیلئے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا یہ قربانیاں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی سے شروع ہوئیں اور آج تک چلتی جا رہی ہیں۔ ان قربانیوں میں آج تک ایک بھی ایسی مثال نہیں جس میں کسی احمدی نے ظلم کا ساتھ دینے کیلئے اپنا خون بہایا ہو یا دوسرے کا خون بہایا ہو اور پھر اُسے مذہب کا لبادہ اوڑھایا ہو۔

پاکستان میں تو جیسا کہ پہلے بھی کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں لاقانونیت کا دور دورہ ہے اور احمدی تو ہمیشہ کی طرح اُن کی لپیٹ میں ہیں ہی لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ خدا کے پاس ہے۔ یہ لاقانونیت اور بدامنی ان کے اس رویہ کی وجہ سے اور اس روح کی وجہ سے ہے، اس بدزبانی کی وجہ سے ہے جو خدا تعالیٰ کے فرستادہ اور اسکی جماعت سے ہر موقعہ پر روا رکھے جانے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ پس اے عقل کے اندھے مولویو اور اے احمدیت کے مخالفو! کچھ تو سوچو اور کچھ تو عقل کرو کہ تمہارے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟

جہاں تک احمدیوں کا سوال ہے اُن کے دل آنحضرت ﷺ کی محبت سے سرشار ہیں۔ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ احمدی کی پہچان ہے۔ ہماری دیواروں اور بورڈوں سے تو یہ کلمہ مٹایا جا سکتا ہے لیکن ہمارے دلوں سے اسے کبھی نہیں مٹایا

جاسکتا۔ آجکل بھی پاکستان میں احمدیوں پر اس حوالے سے بہت سختیاں ہورہی ہیں۔ یہ کلمہ دیواروں سے بھی ہاتھ سے کھرچا جارہا ہے۔ اگر سیمنٹ سے لکھا ہوا ہے تو ہتھوڑوں سے توڑا جارہا ہے۔ چند دن پہلے فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں لاٹھیاں والا میں یہ سب کچھ کیا گیا اور پولیس اور ایلیٹ فورس کے دو تین سو مجاہدین نے یہ کارنامہ سرانجام دیا جن کی پیٹھوں پر لکھا ہوا تھا کہ ہم کسی سے خوف نہیں کھاتے۔ تم بیشک دنیا میں کسی سے خوف نہیں کھاتے ہوگے لیکن وہ خدا تعالیٰ جب اپنے پیاروں کو تنگ کرنے والوں سے انتقام لیتا ہے تو پھر دنیا اور آخرت میں ایسے لوگوں کو تباہ و برباد کردیتا ہے۔ ان قانون کے پاسبانوں کو تو ہم قانون کے نام پر ظلم کرنے سے اس لئے نہیں روکتے کہ حکومتی اداروں سے ٹکرا کر ملک میں بدامنی پھیلانا ہماری تعلیم نہیں۔ لیکن ان نام نہاد دین کے ٹھیکیداروں سے کوئی احمدی نہ پہلے کبھی ڈرا ہے اور نہ آئندہ کبھی خوفزدہ ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا انبیاء جب مبعوث ہوتے ہیں تو قربانیاں کرتے ہیں اور ان کے ماننے والے بھی قربانیاں کرتے ہیں۔ آجکل پھر جیسا کہ مَیں نے بتایا شدت کے ساتھ خاص طور پر پاکستان میں احمدیوں کے خلاف جو دَور ہے اور آئے بہانے سے احمدیوں کو ظلم کا نشانہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ سب کچھ نام نہاد مُلّاں کے ایماء پر ہورہا ہے۔ فیصل آباد کی تو یہ ایک مثال ہے جو مَیں نے دی تھی۔ عمومی طور پر یہ ظلم مختلف جگہوں پر کسی نہ کسی طریقہ سے کیا جارہا ہے۔ اور ان لوگوں کا زعم ہے کہ احمدیوں کو اس طرح روکنے سے یہ احمدیت کو ختم کردیں گے۔ یہ سلسلہ جو خدا تعالیٰ کا جاری کردہ سلسلہ ہے نہ ان کے رکنے سے رک سکتا ہے اور نہ اُن کی پھونکوں سے یہ ختم ہوسکتا ہے۔

اور مخالفت کا یہ سلسلہ اب صرف پاکستان میں نہیں ہے بلکہ دنیا کے اَور ملکوں میں بھی ہے اور جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کی دلیل ہے۔ دنیا میں باقی ملکوں میں بھی جہاں مُلّاں کا زور چل سکتا ہے یہ فساد کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا احمدی ہر مخالفت کو اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ ہم فساد نہیں چاہتے۔ جب حکومتی ادارے بیچ میں آجائیں تو پھر بالکل پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ احمدی اگر اپنی جان قربان کرتے ہیں تو دوسرے کی زندگی کی خاطر۔ یہ نام نہاد دین کے ٹھیکیدار اپنے مفاد کی خاطر عورتوں، بچوں اور معصوموں کی جانیں لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا آج کل پھر مخالفین کی مخالفت کی شدت میں اُبال آیا ہوا ہے۔ لیکن یہ اُن کا وہم ہے کہ یہ کسی سچے احمدی کے پایۂ استقلال کو ہلا سکتے ہیں۔ یہ لوگ نہ ہی ہمارے دلوں سے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھین سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں زمانے کے امام کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے سے روک سکتے ہیں۔ ان مخالفتوں کا سامنا کرنے کیلئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتداء میں ہی تیار کر دیا تھا۔ آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو مَیں نے طے کرنا ہے ......‘‘ (کون سے ایسے خوفناک جنگل آنے والے ہیں جن کو مَیں نے طے کرنا ہے) ’’جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہوسکتے۔ نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سبّ وشتم سے۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے ......کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہوجائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہوسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہوسکتے۔‘‘

(انوارالاسلام، روحانی خزائن، جلد 9، صفحہ 23 تا 24)

آپ مزید فرماتے ہیں: ’’تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہوسکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 68)

پس یہ وہ تعلیم ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دی اور ہر احمدی جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی دینی پڑتی ہے لیکن الٰہی جماعتیں ان مخالفتوں کی وجہ سے اس پیغام کو پہنچانے سے پیچھے نہیں ہٹتیں۔ تبلیغ کا یہ کام ہر احمدی نے کرنا ہے۔ اپنے اندر اخلاص و وفا پیدا کرتے ہوئے کرنا ہے۔ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے کرنا ہے۔ اپنے عہد بیعت کو نبھاتے ہوئے کرنا ہے۔ کیونکہ یہی حواریوں کا کام ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا برطانیہ کے جلسے کے بعد اس ذمہ داری کو ادا کرنے کا بڑا مثبت ردعمل ہر علاقے اور ہر طبقے اور ہر ملک سے ہورہا ہے۔ پس یہ ایک پاک انقلاب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے اندر پیدا کیا ہے۔

ایک تو عمومی رنگ میں ہر احمدی کا یہ فرض ہے ہی کہ اپنے اپنے دائرے میں اس نیک پیغام کو پہنچانے کی کوشش کرے جس کو خود اس نے اپنے لئے پسند کیا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے ایک خاص گروہ کا بھی ذکر فرمایا ہے جو قرآن کریم کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ پہلے دین کا علم حاصل کرتے ہیں اور پھر اس علم کو آگے پھیلانے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (آل عمران: 105) اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو، وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بری باتوں سے روکیں اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر فرمایا: وَمَا کَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِیَنۡفِرُوۡا کَآفَّۃً ؕ فَلَوۡ لَا نَفَرَ مِنۡ کُلِّ فِرۡقَۃٍ مِّنۡہُمۡ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّہُوۡا فِی الدِّیۡنِ وَلِیُنۡذِرُوۡا قَوۡمَہُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ لَعَلَّہُمۡ یَحۡذَرُوۡنَ (التوبہ: 122) مومنوں کیلئے ممکن نہیں کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے ہر فرقے میں سے ایک گروہ نکل کھڑا ہو تا کہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو خبردار کریں جب وہ ان کی طرف واپس لوٹیں تا کہ شاید وہ ہلاکت سے بچ جائیں۔

پس پہلے تو ہر ایمان لانے والے کی یہ ایک عمومی ذمہ داری ہے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ وہ خیر جس سے اس کو حصہ ملا ہے اس خیر کو آگے پہنچائیں اور کسی خوف کو راہ میں روک نہ بننے دیں۔ بے شک حکمت سے ہر کام مومن کی فراست کا حصہ ہے۔ لیکن موعظۂ حسنہ دشمنیوں کی آگ کو ٹھنڈا بھی کردیتا ہے۔ اور جیسا کہ میں گزشتہ یو۔کے کے جلسہ میں بھی کہہ چکا ہوں کہ دنیا کی بہت بڑی تعداد امن کے راستوں کی تلاش کیلئے بے چین ہے۔ پس یہ کام تو ہم میں سے ہر ایک نے کرنا ہے لیکن ہر ایک کیونکہ مکمل طور پر اس کیلئے نہ علم رکھتا ہے نہ وقت دے سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے امّت میں سے ایک گروہ کی یہ ذمہ داری لگائی ہے اور اس ذمہ داری کو نبھانے کیلئے جماعت میں وقف زندگی کا نظام موجود ہے۔ پس ہر نوجوان جو اپنے آپ کو دین کا علم حاصل کرنے کیلئے پیش کرتا ہے، دین کا علم سیکھ کر اسے پھیلانے اور تبلیغ کرنے کیلئے پیش کرتا ہے، اس کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو دنیا میں پھیلانے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک عہد باندھا ہے اور جان چلی جائے تو چلی جائے لیکن اس عہد بیعت پر کبھی آنچ نہ آئے۔ پس یہ انعام جو خیر کی صورت میں ہمیں ملا ہے اور ہم میں سے وہ جو اس کی گہرائی کا علم حاصل کرتے ہیں ان کا کام ہے کہ اپنی جان لڑا کر دنیا کو آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔ ہر ایک کو وہ علم اور فہم نہیں ہوسکتا جو ایک علم حاصل کرنے والے کو ہوتا ہے۔ پس ہمارے مربیان اور مبلغین کا کام ہے کہ اس علم کو جو خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے پھیلائیں۔ جماعت نے ان پر پیسہ اور وقت خرچ کر کے انہیں اس قابل بنایا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خاص فوج میں شامل ہوجائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صفِ اول کے مجاہدین کہلانے والے ہونے چاہئیں۔ اسی طرح اپنوں کی تعلیم اور تربیت بھی بہت بڑا کام ہے جو ہمارے مربیان اور مبلغین کے سپرد ہے تا کہ ہمیشہ وہ کمزوریاں جو جماعت میں پیدا ہوتی ہیں اور جو انعامات سے محرومیت کا باعث بنتی ہیں وہ بھی دور ہوتی رہیں اور جب وہ دَور آئے اور نظر آرہا ہے کہ آنے والا ہے کہ جب فوج در فوج لوگ جماعت میں داخل ہوں گے تو پھر بہت بڑی ذمہ داری پڑ جاتی ہے، بہت بڑھ کر کام کرنا پڑے گا۔ بے شک ہر احمدی کا بھی یہ کام ہے کہ اپنا جائزہ لے لیکن جو اس کام کیلئے متعین کئے گئے ہیں اور جنہوں نے اپنے آپ کو اس مقصد کیلئے پیش کیا ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صف اوّل کے مجاہدین کا کردار ادا کرنے والے بنیں گے ان کا سب سے اوّل یہ فرض ہے کہ اپنے جائزے لیں۔

پس آج وہ نوجوان جو دنیا کے مختلف جامعات احمدیہ میں پڑھ رہے ہیں وہ بھی یہ عہد کریں کہ ہم نے اپنے عہد کو پورا کرنے کیلئے کسی بھی قسم کی دنیاوی خواہش کو روک نہیں بننے دینا۔ جو میدان عمل میں ہیں وہ بھی اپنے جائزے لیں کہ کیا ہم اپنے وقف زندگی ہونے کا حق ادا کررہے ہیں؟ ایک بہت بڑی تعداد واقفینِ نَو کی جامعات سے فارغ ہو کر نکلنے والی ہے۔ ان کے سامنے پرانے واقفین کے بہترین نمونے ہونے چاہئیں۔ پس خالص ہو کر اپنے وقف کے تقاضے پورے کرنے کیلئے جُت جائیں۔ اپنے سامنے وہ مثالیں رکھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے پیش کیں۔ ہمارے سامنے وہ مثالیں ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تربیت یافتہ صحابہ نے قائم کیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج بھی ایک ایسی تعداد ہے جن کی قربانیاں قدر کی نگاہ سے دیکھی جانے والی ہیں۔ لیکن اس گروہ میں تو سو فیصد ایسی قربانی کرنے والے ہونے چاہئیں جن کے نمونے ہر احمدی کیلئے مشعل راہ ہوں۔ کسی مربی اور کسی مبلغ اور کسی معلم اور کسی واقف زندگی کی طرف کبھی کوئی انگلی اعتراض کے رنگ میں نہ اٹھے۔ گو کہ سو فیصد تو ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ بعض لوگوں کو اعتراض کی عادت ہوتی ہے اور اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں اور انہوں نے اعتراض کرنا ہی ہوتا ہے۔ لیکن ایک واقف زندگی کا کردار ایسا ہو کہ ہر اعتراض معترض کے منہ پر طمانچہ بن کر پڑے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یَدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ (آل عمران: 105) کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے کہ ’’جو نیکی کی طرف دعوت کریں اور امرِ مَعۡرُوۡف اور نَہِی عَنِ الۡمُنۡکَر اپنا طریق رکھیں۔‘‘

(شہادت القرآن، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 331)

اب دیکھیں نیکی کی طرف دعوت کون کرسکتا ہے، وہی جو خود نیکیوں کو بجا لانے کی طرف توجہ دینے والا ہوگا۔ ایک بے علم اور جاہل تو بعض غلطیاں کر کے قابل معافی ہوسکتا ہے لیکن ایک صاحب علم جو دوسروں کو تو وعظ کرتا ہے لیکن اپنی کمزوریوں کو نہیں دیکھتا اس کیلئے بہت خوف کا مقام ہے۔ پس دین کا علم رکھنے والوں کو بہت زیادہ اپنی فکر کرنی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL
a desired destination for royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT
طالبِ دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695
#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: اَمرِ مَعْرُوْف اور نَہِی عَنِ الْمُنْکَر اپنا طریق رکھیں۔ معروف کا حکم تبھی دیا جاسکتا ہے اور برائیوں سے تبھی روکا جاسکتا ہے جب خود بھی اپنا یہ طریق ہو۔ وسعت حوصلہ بے انتہا ہو۔ عاجزی ہو۔ دوسروں کے جذبات کا خیال ہو۔ تکلیفیں برداشت کرنے کی عادت ہو۔ گھریلو زندگی حتی الوسع جنت نظیر بنانے کی کوشش ہو۔ اس میں چونکہ واقف زندگی کی بیوی کا بھی بہت بڑا دخل ہے اس لئے ایک واقف زندگی کی بیوی کو بھی کبھی ایسے مطالبات نہیں کرنے چاہئیں جو واقف زندگی کیلئے تکلیف مالا یطاق ہو۔ اور سب سے بڑھ کر دعاؤں اور عبادات اور نوافل پر بہت زیادہ زور ہو کیونکہ اپنے زور بازو سے نہ کسی کو کوئی اچھائی کی طرف مائل کرسکتا ہے نہ برائیوں سے کوئی روک سکتا ہے۔ اس کیلئے خدا تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے اور مدد دعاؤں کے ذریعے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ پس یہ باتیں ہوں گی تو آپ بہترین مربی، واعظ اور مبلغ ہوں گے ورنہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے نیچے آئیں گے کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔ لیکن یہاں مَیں اس بات کو واضح کردوں کہ یہ حکم صرف واقفین کیلئے نہیں ہے۔ گو ان کو سب سے بڑھ کر اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کو مخاطب کرکے فرمایا ہے۔ پس ہر احمدی کو اپنے نمونے قائم کرنے ہوں گے تبھی تبلیغ کے میدان میں ترقی ہوسکتی ہے۔ اگر ایک مربی اپنی بھرپور کوشش کر بھی رہا ہو لیکن افراد جماعت کے نمونے اس ماحول میں ایسے ہیں جو دوسروں کیلئے ٹھوکر کا باعث بن رہے ہیں تو مبلغ کی کوشش کوئی کام نہیں دکھا سکتی۔ پس ہر فرد جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ جماعت کا سفیر ہے اور جب یہ مشترکہ کوششیں ہوں گی تب تبلیغ کے میدانوں میں وسعتیں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔

مَیں واپس مبلغین کی طرف آتے ہوئے ان کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد رکھنا چاہتا ہوں اور ہر ایک نے یہ پڑھا بھی ہوگا لیکن اگر مستقل اسکی جگالی نہیں کرتے تو اُس پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تَفَقُّه فِي الدِّيْن کی وضاحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: ’’یعنی ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو تَفَقُّه فِي الدِّيْن کریں۔ یعنی جو دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اس میں تفقہ کرسکیں۔ یہ نہیں کہ طوطے کی طرح یاد ہو اور اس پہ غور و فکر کی مطلق عادت کا مذاق ہی نہ ہو۔ اس سے وہ غرض حاصل نہیں ہوسکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے......لیکن چونکہ سب کے سب ایسے نہیں ہوسکتے اس لئے یہ نہیں فرمایا کہ سب کے سب ایسے ہو جائیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ہر جماعت اور گروہ میں سے ایک ایک آدمی ہو اور گویا ایک جماعت ایسے لوگوں کی ہونی چاہئے جو تبلیغ اور اشاعت کا کام کرسکیں۔ اس لئے بھی کہ ہر شخص ایسی طبیعت اور مذاق کا نہیں ہوتا۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم، صفحہ 599 تا 598، مطبوعہ ربوہ، بحوالہ الحکم جلد 10 نمبر 2 مورخہ 17 جنوری 1906 صفحہ 4)

پس جو میدان عمل میں ہیں وہ بھی اپنے علم کو بڑھاتے چلے جائیں۔ اور دنیا میں جو مختلف جامعات احمدیہ کھل چکے ہیں ان میں پڑھ رہے ہیں وہ بھی یاد رکھیں کہ غور اور فکر کی بھی عادت ہونی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق علم میں تو قبر میں جانے تک اضافہ کرتے رہنا چاہئے۔ اس لئے مطالعہ اور غور پر بہت زور دینے کی ضرورت ہے تاکہ پھر یہ زیادہ بہتر رنگ میں تبلیغ کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے علم سیکھا اور آگے پھیلایا۔ اپنے پاک نمونے دکھائے اور لوگوں کے دلوں کو گھائل کیا۔ اپنی دعاؤں سے عرش کے پائے ہلائے اور شمال اور جنوب اور مشرق اور مغرب میں پھیل گئے۔ معترضین کے ایسے مدلّل جواب دیئے کہ ان کے منہ بند کردیئے۔ احادیث کی روایات بھی ہمیں ان لوگوں کے ذریعہ سے ہی پہنچی ہیں اور ہمارے علم کا باعث بنی ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے در پر دھونی رمائی ہوئی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ جو بہت بعد میں آئے لیکن بے انتہا روایتوں کے راوی بن کر ہم پر احسان عظیم کر گئے۔ وہ کسی آسائش کی تلاش کیلئے وہاں نہیں بیٹھے رہتے تھے بلکہ اس قدر بھوک اور فاقے برداشت کرنے پڑے کہ اکثر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ تھے جنہوں نے تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان کے واقعات کا مطالعہ بھی ہمارے واقفینِ زندگی کو خصوصاً اور افراد جماعت کو عموماً کرنا چاہئے۔ انکی قربانیوں کو یاد رکھنا چاہئے۔ یہ بعض پرانے بزرگ ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے اپنی زندگیاں دین کیلئے گزار دیں لیکن ان کی اولادوں میں سے کوئی بھی تَفَقُّه فِي الدِّيْن کیلئے آگے نہیں آیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے واقفین نو سکیم کے ذریعہ سے اس طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ لیکن وہ نمونے اور وہ معیار بھی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو ہمارے بزرگوں نے دکھائے اور جن کی وجہ سے ان کا خدا تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہوا۔ ان لوگوں نے دنیاوی جاہ و حشمت کی پرواہ نہیں کی اور بعض اپنی بڑی اچھی نوکریاں چھوڑ کر، دنیا داری کو چھوڑ کر دین کی خدمت کیلئے آگے آگئے اور پھر دین کو دنیا پر ایسے مقدم کیا کہ کبھی دنیا کا خیال ہی نہیں آیا۔ جوں جوں ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے دور جارہے ہیں ہمیں ایک خاص کوشش اور دعا کے ساتھ دین کا علم سیکھنے کے ساتھ ساتھ قربتِ الٰہی اور معرفتِ الٰہی کے حصول کے راستے بھی تلاش کرنے چاہئیں۔ اپنی جانوں کو اس مقصد کے حصول کیلئے ہر سختی کیلئے تیار کرنا چاہئے۔

ہم وحی کی مثال دیتے ہوئے شہد کی مکھی کی مثال تو دیتے ہیں لیکن اس کی بعض اور خصوصیات بھی ہیں۔ اس کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شہد کی مکھی عموماً میدان عمل میں ہی مری ہوئی نظر آتی ہے۔ جب پھولوں کا رس نکالنے جاتی ہے تو وہیں مرتی ہے سوائے اسکے کہ انسان اس کو اسکے چھتے کے قریب مارے یا کوئی اور حادثہ پیش آجائے۔ عموماً یہ اپنا کام کرتے ہوئے اپنی جان دیتی ہے۔ پھر ایک خصوصیت یہ ہے کہ چھتے میں اور مادہ مکھیاں بھی ہوتی ہیں لیکن وہ باوجود چاہنے کے اس لئے انڈے نہیں دیتیں کہ یہ ملکہ کا حق ہے۔ یہ کامل اطاعت اور قربانی کا سبق ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے وہ عقل نہیں دی جو انسان کو ملی ہے۔ اس لئے اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ روک خود پیدا کردی کہ ملکہ مکھی کے حق کو فائق کرتے ہوئے تم نے اپنی قربانی کرنی ہے۔ لیکن انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کو ذہن رسا بنایا ہے۔ اس میں ایک سوچ پیدا کی ہے۔ اسے علم میں وسعت اور اسے انتہا تک پہنچاتے ہوئے نئے نکات نکالنے کا ملکہ اور حکم بھی دیا ہے۔ لیکن روحانی نظام میں اسے انبیاء اور خلفاء کے تابع کرنے کا حکم دیا ہے کہ باوجود تمہارے بے انتہا علم کے، باوجود تفسیری نکات نکالنے کی تمہاری صلاحیت کے، باوجود تمہاری روحانیت میں بلندی کے، نبی کے زمانے میں نبی کے اور خلافت کے زمانے میں خلافت کے تابع رہنے کا تمہیں حکم ہے۔ باوجود چاہنے کے، اور پھر اپنے خیال میں بڑا معرفت کا نکتہ نکالنے کے یہ حق نہیں پہنچتا کہ بغیر اجازت خلیفۂ وقت اپنی تفسیروں کو پھیلاتے پھرو۔ بے شک کوئی بھی اعلیٰ نکتہ اس کی ذوقی تشریح کہلا سکتا ہے اور ہر ایک کے ذہن میں آسکتا ہے۔ لیکن جماعت کے سامنے وہ خلیفۂ وقت کی اجازت سے ہی آئے گا اور آنا چاہئے۔ اگر خلیفۂ وقت کو اس نکتہ پر شرح صدر نہیں تو جماعت کیلئے اسکی کوئی حیثیت نہیں اور یہ بات آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے بھی عین مطابق ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ امام ڈھال ہے۔

(بخاری، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ)

پس تَفَقُّه فِي الدِّيْن کا یہ بھی مطلب ہے کہ جو دینی علم حاصل کرو اسکا انتشار بھی امام کے تابع رہ کر اور اس کی منظوری سے کرو۔ اگر یہ نہیں ہوگا تو خلافت علیٰ منہاج نبوت کا تصور ہی غلط ہو جائے گا۔ اور پھر ایسے فقیہ پیدا ہو جائیں گے جنہوں نے اپنی عقلوں اور علم کے مطابق دین کی تشریح کی۔ بے شک انکی نیت پر کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا اور اس وقت جب وہ پیدا ہوئے وہ زمانے کی ضرورت بھی تھی لیکن اس نے وحدت کو ختم کردیا۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ’’سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو، عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ‘‘ (الہام 20 نومبر 1905ء) اسکا یہی مطلب ہے کہ تمام فرقوں کا خاتمہ کرکے ایک امت بن جائے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا بے شک ذوقی نکات نکلتے رہیں گے، نکلنے چاہئیں۔ لیکن وہی پھیلائے جائیں گے جو خلافت سے تائید یافتہ ہوں گے۔ اور جب ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ خلافت عبادت کرنے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کے گروہ میں قائم رہے گی تو یقینا وہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ ہوگی۔

پھر شہد کی مکھی میں یہ بھی ایک سبق ہے کہ وہ ملکہ کی حفاظت کیلئے ہر وقت چوکس رہتی ہے۔ پس ہر فرد جماعت کا یہ فرض ہے کہ چاہے وہ واقف زندگی ہے یا ایک عام احمدی ہے (ویسے تو احمدی کبھی بھی عام نہیں ہوتا، جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرلی وہ عام نہیں بلکہ اہم ہے اور اس کا ایک مقام ہے۔) اسکو ہر وقت حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمونہ اپنے سامنے رکھنا چاہئے جنہوں نے جنگ اُحد میں اپنا ہاتھ آنحضرت ﷺ کے چہرہ کے سامنے اس لئے رکھ لیا کہ آج آنحضرت ﷺ کی حفاظت ان کا اوّلین فرض ہے۔ ہر تیر جو حضرت طلحہؓ کے ہاتھ پر پڑتا تھا اس پر نہ آپ نے کبھی جھرجھری لی نہ اُف کیا۔ اس لئے کہ آپ سمجھتے تھے کہ اگر مَیں نے اُف بھی کیا تو میرا ہاتھ ہل جائے گا اور آنحضرت ﷺ کی ذات کو نقصان پہنچے گا۔ نتیجۃً جنگ کے بعد آپ کا وہ ہاتھ بے جان ہو کر لنجا ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ہر احمدی سے یہی توقع کی ہے اور یہ توقع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ’’ہماری طرف منسوب ہو کر پھر ہمیں بدنام نہ کرو۔‘‘ پس ہر احمدی ہی اہم ہے اور بہت اہم ہے۔ اس لئے ہمیشہ سمجھیں کہ آپکے ہاتھ کے پیچھے آج احمدیت اور حقیقی اسلام کا چہرہ ہے جسے آپ نے کبھی نقصان نہیں پہنچنے دینا اور ہر وقت چوکس رہنا ہے اور ہر احمدی نے خلافت احمدیہ کی حفاظت کیلئے جان، مال، وقت اور عزت قربان کرنے کا جو عہد کیا ہے اسے پورا کرنا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب ہر احمدی اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہوگا، اپنے اعمال پر نظر رکھنے والا ہوگا۔

پھر شہد کی مکھی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ ایک چمچہ شہد کیلئے وہ ہزاروں میل کا سفر طے کرتی ہے۔ بعض کہتے ہیں دو ہزار میل کا سفر طے کرتی ہے۔ یہ محنت وہ اس وحی پر عمل کرتے ہوئے کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی مکھی کو کی ہے۔ ہمیں جو اشرف المخلوقات میں شمار ہوتے ہیں، ہمیں جو یہ زعم ہے اور یہ دعویٰ ہے کہ ہم بہترین اُمّت ہیں جو انسانوں کی ہدایت کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ ہم جو اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ پر کامل ایمان لانے والا سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو زمانے کے امام اور آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کی بیعت میں شمار کرتے ہیں، ہمارا کس قدر اہم فرض بنتا ہے کہ اپنے ماحول میں ایک محنت کے ساتھ اس پیغام کو پہنچائیں جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہم پر اتارا اور جو آج بھی دنیا کی بقا کا سامان ہے۔

انبیاء کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انبیاء کو رد کرنے والے سزا کے مورد بنے۔ کبھی پانی کے ذریعے سزا ہوئی۔ کبھی پتھروں کے طوفان کے ذریعے سزا ہوئی۔ کبھی زلزلوں کے ذریعے سزا ہوئی۔ کبھی ہوا کا طوفان آیا۔ انبیاء کا انکار کرنے والے، ان سے استہزا کرنے والے، انہیں تکلیفیں دینے والے ہمیشہ خدا تعالی کی پکڑ میں آئے ہیں اور چاہے خدا تعالیٰ انہیں اس دنیا میں سزا دے یا اگلے جہان میں سزا دے بہر حال وہ سزا کا مورد ٹھہرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تو آنحضرت ﷺ جو تمام دنیا کیلئے مبعوث ہوئے اور اب دنیا کی بقا بھی آپ کی اطاعت میں ہی ہے۔ تو آپ کے نہ ماننے سے دنیا کس قدر خدا کی گرفت میں آسکتی ہے اور کس طرح بچ سکتی ہے اور آج کل کی آفات اور زلزلے اور جنگیں اور لڑائیاں اور فساد جو مسیح محمدی کی بعثت کے بعد سے زیادہ شدت سے شروع ہوئے ہیں تو یہ اس انکار ہی کا نتیجہ ہیں۔ مسلمان اس لئے محفوظ نہیں کہ مسیح محمدی کا انکار کر رہے ہیں اور دنیا اس لئے محفوظ نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم — وعلی عبدہ المسیح الموعود

دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کردے گا (تذکرہ، صفحہ 194)

(الہام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے استہزاء میں انتہا کرتی چلی جارہی ہے۔ پس یہ پیغام ہے جو ہم نے دنیا کو ہر طرف پہنچانا ہے تا کہ دنیا تباہی سے بچ سکے کہ اس مخالفت کی بجائے اس پیغام کو سنو اور قبول کرو۔ مذہب کی تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس قوم نے توبہ کی وہ بچائے گئے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کی قوم کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ۔ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا ۔ كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ (یونس: 99) اور کیوں یونس کی قوم کے سوا کوئی اور ایسی بستی نہ ہوئی جو ایمان لاتی اور اس کا ایمان لانا اسے نفع دیتا۔ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے اس پر سے اس ورلی زندگی میں بھی رسوائی کا عذاب دور کر دیا اور انہیں ایک وقت تک ہر طرح کا سامان عطا کیا۔

پہلے انکار کیا تو عذاب الٰہی کی خبر انہیں دی گئی لیکن جب توبہ استغفار ہوا تو عذاب ٹل گیا۔ پس ان کا رونا چلّانا اور ایمان لانا ان کے فائدہ کا موجب بنا اور یہی اصول آج بھی ہے جو عذابوں سے بچا سکتا ہے۔

پس قرآن کریم میں ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی ہوشیار کیا کہ آئندہ زمانے میں جب میرا مسیح و مہدی آئے گا اور نبوت کا درجہ لے کر آئے گا تو اس کا انکار نہ کرنا کیونکہ اس کا ماننا ہی تمہاری اور قوم کی بچت کا باعث بنے گا۔ تمہیں تمہارا کھویا ہوا مقام مسیح موعود کو ماننے سے ہی ملنا ہے۔ تمہیں یہ مقام توبہ استغفار کرتے ہوئے اس مسیح موعود کے ساتھ وابستہ رہتے ہوئے ملنا ہے۔ تم آج جس عدل کو قائم کرنے کی تلاش میں ہو یہ اس مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہو کر ہی قائم ہوگا۔ اسکے بغیر نہیں ہوسکتا۔ گزشتہ واقعات کا بیان قرآن کریم میں آنے والے حالات سے بچنے کیلئے بھی اور ان سے فائدہ اٹھانے کیلئے بھی ہوتا ہے۔ نیز یہ پیشگوئی بھی ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرے گی۔ ایک وقت میں اُن کو توبہ استغفار کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام سے بھی ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیۡنٍ وَّاحِدٍ۔'' تو اس جمع کرنے کے سامان بھی خدا تعالیٰ پیدا فرمائے گا اور فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے نبی کو کوئی حکم دیتا ہے تو اسکے سامان بھی پیدا فرماتا ہے۔ کوئی خوشخبری دیتا ہے تو اسکے سامان بھی پیدا فرماتا ہے۔ ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ یہ سامان اور یہ نتائج ہماری زندگیوں میں ظاہر ہوں۔

یونس کی قوم کے ضمن میں ایک بات یہ واضح کردوں کہ بعض لوگوں کو یہ خیال ہے کہ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ سے نکل کر دوسری قوم میں گئے تھے اور پہلی قوم ہلاک ہوگئی تھی۔ بعضوں کا یہ نظریہ بھی مجھے پتہ لگا ہے۔ اگر اس کو مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی توبہ قبول نہ کرنے والی صفات غفار، تواب، رحیم، مجیب اور بہت سی دوسری صفات پر حرف آتا ہے۔ پس یہ بالکل غلط نظریہ ہے۔ اور پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس توبہ کی قبولیت کا ذکر فرما دیا تو پھر کسی بھی قسم کی مزید وضاحت کی نہ کوئی حیثیت ہے نہ اس کا کوئی جواز ہے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام دنیا کیلئے مبعوث ہوئے تھے تو یہ دعویٰ بغیر کسی دلیل کے نہیں ہے۔ آپؐ کی تعلیم بھی مکمل ہوئی۔ آپؐ پر اتری ہوئی شریعت کا خدا تعالیٰ نے جب اعلان کیا کہ مَیں اسکی (قرآن کریم کی) حفاظت کروں گا تو آج تک اسکی حفاظت کے سامان بھی پیدا فرما رہا ہے۔ اگر شق القمر کا آسمانی معجزہ دکھا کر کفار کو مبہوت کیا تھا تو آپؐ نے آنے والے مسیح موعود کے حق میں رمضان کے مہینہ میں چاند سورج گرہن کی پیشگوئی کر کے چودہ سو سال بعد اس زمانے میں بھی اپنی پیشگوئی کے پورا ہونے کا نشان دکھا کر جو سوائے خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے ممکن نہ تھا آپؐ نے اپنے زمانے کے قیامت تک ممتد ہونے کا ثبوت مہیا فرما دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات قرآن کریم میں بھی نظر آتے ہیں اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کھول کھول کر بیان فرمائے ہیں۔ پس آج کے زمانہ میں نہ تو حضرت موسیٰ کے عصا یا ید بیضا کا معجزہ ہے۔ نہ حضرت عیسیٰ پر اترنے والے کبوتر کا کوئی معجزہ ہے (جو بعد میں کہتے ہیں کہ شعلوں کی شکل میں اُن کے حواریوں پر بھی اترا جو ختم ہوگیا) بلکہ آج دنیا میں اگر کسی کا معجزہ ہے اور جو نئی شان سے معجزے دکھا رہا ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات ہیں جو آپ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دکھائے بلکہ ہم آج تک تائیدات الٰہی کے معجزات دیکھ رہے ہیں اور یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل ہے۔ پس اس تا قیامت رہنے والے دین اور تا قیامت رہنے والے ان معجزات سے فائدہ اٹھانے کیلئے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ آج دنیا کو یہ بتانا ہے کہ آؤ اُن معجزات سے حصہ لو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیار اور محبت کی تعلیم اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے وابستہ ہے۔

اسلام پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ حالانکہ اگر جائزہ لیا جائے تو صلح حدیبیہ کے بعد زیادہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور امن کے زمانے میں اسلام زیادہ پھیلا ہے۔ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اُس فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعاؤں سے پھیلا ہے جس نے صدیوں کے مردے زندہ کر دیئے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے مسیح محمدی کو بھیجا ہے کیونکہ یہ زمانہ تھا جس میں مخالفین اسلام نے اپنی تمام تر طاقتوں کے ساتھ اسلام پر شدت پسندی اور دہشت گردی کا الزام لگانا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ آنے والا مسیح يَضَعُ الْحَرْبَ کا اعلان کرے گا، جنگوں کے خاتمے کا اعلان کرے گا تا کہ اس اعلان کے ساتھ اسلام پر شدت پسندی اور جنگجو ہونے کا الزام خود دشمن پر الٹایا جائے کہ تم جو کہتے ہو غلط کہتے ہو۔ اسلام تو پیار اور محبت کی تعلیم دینے والا ہے۔ پس وہ مسلمان جو اس تعلیم کے خلاف عمل کر رہے ہیں اُن کیلئے بھی یہ اعلان ہے کہ مسیح و مہدی کی جماعت میں شامل ہو کر پیار و محبت سے دنیا کے دل جیتیں۔

پس آج اگر تمام مذاہب کی صحیح راہنمائی کرنی ہے تو مسیح محمدی کی پیار و محبت کی تعلیم نے۔ اگر يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ اور يَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ کرنا ہے تو مسیح و محمدی کے دلائل و براہین نے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیشمار لٹریچر چھوڑا ہے جو ہر اُس شخص پر جو اسلام پر اعتراض کرتا ہے اس پر دو دھاری تلوار بن کر پڑتا ہے۔ آپ نے ہمارے لئے وہ کتب لکھ کر جو قرآن و حدیث کی حقیقی تفسیر ہے جماعت کو وہ ہتھیار دیا ہے جو قیامت تک کُند ہونے والا نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان دکھانے والا ہے اور آج تک آپؐ کے معجزات کا اظہار ہے اور کرتا چلا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ براہین و دلائل اس لئے عطا فرمائے کہ آپ ہی تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق اور محبت میں سرشار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دفاع کیلئے مردِ میدان کی طرح کھڑے تھے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں آج معجزات کا جو بھی ظہور دیکھ رہے ہیں یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ آپ کے پیچھے ہے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئیاں آپؑ کے حق میں پوری ہو رہی ہیں۔ آپ نے ہمیں وہ نہ ختم ہونے والے خزائن دیئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے آپ پر خاص فضل اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی دلیل ہیں۔ آپؑ نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر قرآن کریم کے بے کنار سمندر کی وہ سیر کروائی ہے جس کا آج سے پہلے تصور ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ پس آج ایک اچھے حواری اور شاگرد کی طرح ہمارا کام ہے کہ دنیا کی بقا کیلئے، دنیا کو دائمی زندگی دینے کیلئے اُسے اُن خزائن میں حصہ دار بنائیں، اُس روحانی سمندر کی سیر کروائیں جو فرحت بخش اور دائمی زندگی دینے والا ہے۔

آج جرمنی کے احمدیوں سے بھی مَیں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ فرض ہے کہ تبلیغ کیلئے ایک خاص اور معین اور کریش پروگرام بنائیں کیونکہ جرمن قوم ایسی ہے جس میں دین کا رجحان ہے۔ کچھ عرصہ ہوا مجھے ایک جرمن ایمبسی کے افسر ملے انہوں نے کہا کہ جرمن قوم میں اسلام کو قبول کرنے کی طرف رجحان پیدا ہو رہا ہے۔ اُس وقت اُنہوں نے مجھے بتایا کہ جرمنوں میں سے ہمارے اندازے کے مطابق کم از کم تین لاکھ جرمن مسلمان ہو چکا ہے۔ اور انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر جرمنوں نے اسلام قبول کرنا ہے تو وہ احمدیت قبول کریں کیونکہ حقیقی اسلام یہی ہے۔ پس یہ جو اسلام کی طرف رجحان ہے اس کو حقیقی اسلام کی طرف رجحان میں ڈھالنے کی کوشش کریں اور اُن تک پیغام پہنچائیں جو اسلام کی تلاش میں ہیں۔ اور اگر آپ یہ نہیں کر رہے تو آپ اپنے احمدی ہونے کا حق ادا نہیں کر رہے کہ اُن کو بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیا ہے۔ پس اس کیلئے خاص کوشش کریں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایک تقریر میں ہمیں ایک موسیقی کی طرف توجہ دلائی تھی جو آج سے پندرہ سو سال پہلے بجائی گئی تھی، جس نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا، عرب و عجم کو خدا تعالیٰ کے حضور لا ڈالا تھا۔ وہ موسیقی جو آج سے ایک سو بیس سال پہلے مسیح محمدی نے دوبارہ بجائی ہے، جس نے جھوٹے خداؤں کی قلعی کھول دی ہے، جس نے خدائے واحد و یگانہ کی حکومت کا بگل بجا کے بندے کو خدا ماننے سے بچایا، جس نے تمام دنیا کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں لا ڈالنے کا اعلان کیا۔ پھر وہی موسیقی جس کی طرف آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کو توجہ دلائی تا کہ دنیا آسمانی بادشاہت کے قیام کے نظارے دیکھے۔ آج یہی موسیقی ہے جو ہماری زندگی اور بقا اور دنیا کی زندگی اور بقا کیلئے ضروری ہے۔ پس اس زمانے کے حصن حصین کی پناہ میں آنے والو! آج پھر اس نوبت خانے سے ایک شان کے ساتھ اس موسیقی کی آواز اٹھانے کی ضرورت ہے جو تمام دنیاوی موسیقیوں پر حاوی ہو جائے۔ اور دنیا میں ایک ہی نعرہ سنا جانے لگے جو اللہ اکبر کا نعرہ ہو، اور ایک ہی کلمہ پڑھا جانے لگے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کا کلمہ ہو۔ پس میں دوبارہ اس بات کی یاد دہانی کرواتا ہوں کہ اس سال کو مشرق و مغرب اور شمال اور جنوب میں بسنے والا ہر احمدی اس نعرہ کو ایک خاص شان اور نئے عزم کے ساتھ لگانے کی ابتدا کا نشان بنا دے۔ جماعت احمدیہ کی نئی صدی کی ابتدا اور پہلا سال دنیا میں انقلاب لانے کا ایک سنگ میل بن جائے۔ یورپ اور ایشیا، افریقہ اور امریکہ اور جزائر میں ایک ہی وقت میں اس نعرے کی آوازیں اور اس موسیقی کی دھنیں سنی جانے لگیں۔ پس اٹھو اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اس کام میں صرف کر دو۔ اللہ تمہیں توفیق دے۔ اللہ ہمیں توفیق دے۔ آمین۔

اب ہم دعا کریں گے۔ اپنی دعا میں اسیران کو، شہداء کو، ان کی اولادوں کو، ان متأثرین کو جن پر کسی بھی وجہ سے، جماعت کی وجہ سے اثر پڑتا ہے، واقفین نو کو، واقفین زندگی کو، بیماروں کو، ضرورتمندوں کو اور سب کو یاد رکھیں۔ اسی طرح سب سے بڑھ کر اپنے ایمان کی مضبوطی کیلئے، خلافت سے تعلق کیلئے اور اسلام کا پیغام پہنچانے کیلئے بھی خاص دعائیں کریں۔ اب دعا کرلیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 30/اکتوبر و 6/نومبر 2009)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اپنے اندر اعتماد پیدا کریں اور اعتماد میں بڑھتے چلے جائیں
اور اسلام کی تعلیم کو بڑے اعتماد کے ساتھ پھیلاتے چلے جائیں
(خطاب بر موقع تقریب تقسیم اسناد جامعہ احمدیہ برطانیہ 2019)

طالب دعا: بی۔ ایم خلیل، افراد خاندان و مرحومین (جماعت احمدیہ بنگلور، صوبہ کرناٹک)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اسلامی تعلیم کی روشنی میں دنیا کو
آپ نے اپنے پیچھے چلانا ہے نہ کہ دنیا کے پیچھے چلنا ہے
(خطاب بر موقع تقریب تقسیم اسناد جامعہ احمدیہ برطانیہ 2019)

طالب دعا: عبدالرحمٰن خان (جماعت احمدیہ پینکال، صوبہ اڈیشہ)

آج بھی جو ظلم جماعت پر پاکستان میں روا رکھا جا رہا ہے اور جس کی انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ صورت لاہور میں احمدیوں پر اجتماعی حملے کی صورت میں سامنے آئی اور حملہ بھی خدا کے گھر میں، خدا کی عبادت کرنے والے نہتّے احمدیوں پر، تو کیا اُس وقت جب حملہ ہو رہا تھا، اُس وقت جس صبر اور حوصلہ اور اضطرار سے احمدی دعائیں کر رہے تھے اور اس کے بعد آج تک احمدیوں میں اضطراری کیفیت قائم ہے اور دعاؤں میں مصروف ہیں، تو کیا خدا تعالیٰ ان دعاؤں کو نہیں سنے گا؟ سنے گا اور انشاء اللہ یقیناً سنے گا، یہ اس کا وعدہ ہے، یہ ظلم جو خدا کے نام پر خدا والوں سے روا رکھا گیا اور رکھا جا رہا ہے، کیا اس بات پر خدا کی غیرت جوش نہیں دکھائے گی؟ دکھائے گی اور یقیناً دکھائے گی

ہم اپنے مخالفین سے کہتے ہیں کہ ہمیں اس کلمہ کی قسم جو قیامت کے دن ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر کے بتائے گا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے حقیقی وفا کرنے والے ہم ہیں کہ تم؟ اس دنیا میں اپنی عارضی طاقت اور حکومتوں کی پشت پناہی کے زعم میں تم جو ظلم اور سفّا کی ہم سے روا رکھ سکتے ہو، رکھ لو لیکن ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس کلمہ کا یہی حقیقی فہم و ادراک آئندہ ہمیشہ کی زندگی میں جنت کی خوشخبریاں دیتا ہے، اس کلمہ سے ہی ختم نبوت کا حقیقی فہم خدا تعالیٰ سے ہدایت پا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں عطا فرمایا ہے، پس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس دنیا میں بھی ہمارے دل کی آواز ہے اور اگلے جہان میں بھی ہمارا گواہ بن کر دشمن کے گریبانوں کو پکڑے گا۔ انشاء اللہ

ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ان واقعات نے جو جماعتی قربانی کی صورت میں ہوئے جس طرح پہلے سے بڑھ کر ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف راغب کیا ہے، اس جذبے کو، اس ایمانی حرارت کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی آہ و بکا کے عمل کو، اپنے اندر پاک تبدیلیوں کی کوششوں کو کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی اپنے بھائیوں کی قربانی کو مرنے نہ دیں جو اپنی جان کی قربانیاں دے کر ہمیں زندگی کے نئے راستے دکھا گئے

اختتامی خطاب سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی 2010ء بمقام منہائم جرمنی

گزشتہ دنوں پاکستان میں، لاہور میں احمدیوں پر جو حالات گزرے ہیں، جس ظالمانہ اور سفاکانہ طور پر افرادِ جماعت کو جمعہ کے دوران شہید کیا گیا ہے۔ 17، 18 سال کے نوجوان سے لے کر 92، 93 سال کے بوڑھے تک کا خون سفّاکی کی بدترین مثالیں قائم کرتے ہوئے بہایا گیا ہے۔ اور قانون نافذ کرنے والوں نے اپنی کسی مصلحت کے تحت اس خون کو بہنے دیا اور بروقت مدد نہ کی ورنہ شاید کئی قیمتی جانیں بچ جاتیں۔ بہر حال جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اکثر احمدی خود بھی اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (یوسف: 87) (کہ میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ کے حضور کرتا ہوں) پس ہماری فریاد تو اللہ تعالیٰ کے حضور ہے جو مضطر کی دعائیں سنتا ہے۔ جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے کہ میں ہی ہوں جو مضطر کی دعائیں سنتا ہوں۔ وہ لوگ جو تکلیف میں ہیں، وہ لوگ جن پر ظلم کیا جاتا ہے، وہ لوگ جن پر جینا تنگ کیا جاتا ہے، جب وہ بے چین ہو کر مجھے پکارتے ہیں تو میں ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہوں۔ فرماتا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ۔ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ (سورۃ النمل: 63) نیز بتاؤ تو کون کسی بے کس کی دعا سنتا ہے جب وہ اس خدا سے دعا کرتا ہے اور اسکی تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنے والے انسانوں) کو ایک دن ساری زمین کا وارث بنا دے گا۔ کیا اس قادرِ مطلق اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ کم ہی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

پس ہم تو اس تمام طاقتوں کے مالک اور تمام صفاتِ کاملہ سے متصف خدا کے ماننے والے ہیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم کہیں کہ خدا پہلے تو سنتا تھا، آج نہیں سنتا۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ پہلے تو اس میں یہ صفت تھی کہ براہِ راست خلفاء بناتا تھا جو انبیاء کی صورت میں آئے، لیکن اب اسکی یہ طاقت اور صفت ختم ہو گئی ہے۔ آج بھی وہ جسے چاہے کلیم اللہ بنا سکتا ہے اور اِس زمانے میں اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم الخلفاء بنا کر اپنی اس صفت کا واضح اور روشن اظہار فرمایا ہے۔ اور جس خدا نے مسیح موعود کو بھیجا ہے وہ اس سے کئے گئے وعدے بھی یقیناً پورے کرے گا اور اس کے ماننے والوں کی متضرعانہ دعاؤں کو بھی سنے گا اور یقیناً سنے گا اور سنتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’کلامِ الٰہی میں لفظ مُضْطَر سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں نہ سزا کے طور پر۔‘‘ (دافع البلاء، روحانی خزائن، جلد 18 صفحہ 231)

اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادتوں اور قبولیتِ دعا کے نظارے دیکھتے ہوئے ہم اس بات پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائے تو جاتے ہیں لیکن یہ آزمایا جانا سزا نہیں ہوتا بلکہ خدا ایمان کی مضبوطی کیلئے مومنوں کو آزماتا ہے۔ جماعت احمدیہ کی ایک سو اکیس سالہ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی الٰہی تقدیر کے تحت جماعت پر ابتلاء آیا اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ثباتِ قدم عطا فرمایا، دعاؤں کی طرف راغب کیا اور جماعت کی متضرعانہ اور مضطربانہ دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے کامیابیوں کی طرف پہلے سے بڑھ کر رواں دواں کر دیا اور بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (البقرہ: 156) کی خوشخبری کا مصداق بنا دیا۔

پس آج بھی جو ظلم جماعت پر پاکستان میں روا رکھا جا رہا ہے اور جس کی انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ صورت لاہور میں احمدیوں پر اجتماعی حملے کی صورت میں سامنے آئی اور حملہ بھی خدا کے گھر میں، خدا کی عبادت کرنے والے نہتّے احمدیوں پر۔ تو اُس وقت جب حملہ ہو رہا تھا، اُس وقت جس صبر اور حوصلہ اور اضطرار سے احمدی دعائیں کر رہے تھے اور اس کے بعد آج تک احمدیوں میں اضطراری کیفیت قائم ہے اور دعاؤں میں مصروف ہیں، تو کیا خدا تعالیٰ ان دعاؤں کو نہیں سنے گا؟ سنے گا اور انشاء اللہ یقیناً سنے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ یہ ظلم جو خدا کے نام پر خدا والوں سے روا رکھا گیا اور رکھا جا رہا ہے، کیا اس بات پر خدا کی غیرت جوش نہیں دکھائے گی؟ دکھائے گی اور یقیناً دکھائے گی۔

احمدیوں کو کیوں ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے؟ صرف اس بات پر یہ ظلم ہو رہا ہے کہ تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر ان معنوں کی پیروی کرو جن سے اللہ اور اس کے رسول کی تحقیر اور توہین ہوتی ہے۔ احمدی اپنی گردنیں تو کٹوا سکتے ہیں لیکن کبھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام کی تحقیر اور توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ کبھی خدا تعالیٰ کی صفات کو محدود نہیں کر سکتے۔ کبھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام افضل الرسل اور خاتم النبیین پر آنچ نہیں آنے دے سکتے۔

ہم کہتے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مطلب ہے کہ ہمارا خدا ازل سے معبودِ حقیقی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہم کہتے ہیں ہمارے معبود حقیقی کی تمام صفات کا اظہار جیسے پہلے ہوتا تھا، آج بھی ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ جس طرح پہلے وہ بگڑی ہوئی قوموں کی اصلاح کیلئے وحی و الہام کر کے اپنے خاص بندے بھیجتا تھا اس زمانے میں بھی اس نے بھیجا ہے۔ لیکن جیسا کہ اسکی سنّت رہی ہے کبھی شرعی نبی بھیجتا رہا، کبھی غیر شرعی نبی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآنِ کریم کے نازل ہونے کے بعد اس نے شریعت کامل کر دی اور قیامت تک ہر زمانے کے انسان کی ضروریات کیلئے اس نے کامل اور مکمل تعلیم اتار دی۔ لیکن اس کامل تعلیم کے سمجھنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیروی کرنے والے سے اب بھی اللہ تعالیٰ مکالمہ مخاطبہ کر کے اسے نبوت کے مقام تک پہنچا سکتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس نے پہنچایا۔ اس نے یہ مقام عطا فرمایا تا کہ اس تعلیم کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری، جسے مرورِ زمانہ کے ساتھ دنیا بھول رہی تھی، دوبارہ دنیا پر روشن کرے۔ تا کہ دنیا کو بتائے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صرف زبانی اعلان نہیں ہے بلکہ ہمارا معبود وہ اللہ ہے جو آج بھی ان صفات کا جامع ہے جیسا ہمیشہ سے تھا۔ وہ آج بھی دین کا درد رکھنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو قائم کرنے کی خواہش رکھنے والوں کی دعاؤں کو سنتے ہوئے ایسے شخص کو بھیج سکتا ہے اور بھیجا ہے جو معبودِ حقیقی اور واحد و یگانہ خدا کی پہچان دنیا کو کروائے۔ پس اگر ہم منہ سے تو کہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس کی عبادت کرنے سے ہماری وہ دعا بھی قبول نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے ہم کر رہے ہیں۔ وہ دعا بھی قبول نہ ہو جو ایک خدا کی حکومت دنیا میں قائم کرنے کیلئے ہم کر رہے ہیں۔ ہم پکار پکار کر کہیں کہ اے خدا! تیرے آخری کامل دین کے ماننے والوں کی حالت بھی بگڑ گئی ہے کوئی مسیحا بھیج جو پھر سے انہیں معبودِ حقیقی کے قدموں میں ڈالتے ہوئے عباد الرحمن بنا دے۔ لیکن خدا کہے کہ بے شک میں معبودِ حقیقی ہوں لیکن نعوذ باللہ تمہاری اس دعا کو میں نہیں سن سکتا۔ آج بھی یہ غیر احمدی مسلمان چلّا چلّا کر کہہ رہے ہیں کہ اسلام کی کشتی کو سنبھالنے کیلئے خلافت کا نظام ہونا ضروری ہے۔ لیکن جس خاتم الخلفاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں سرشار کر کے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے، اسکے بارے میں کہتے ہیں کہ نہیں اب ایسا شخص خدا تعالیٰ نہیں بھیج سکتا۔

پس ہم تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا یہ ادراک رکھتے ہیں کہ جب ہم نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی عبادت کی، اس کے سامنے جھکے تو اس نے کہا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قائم کرنے کیلئے اس زمانے میں مَیں نے تمہاری تضرعات کو سنتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کو بھیج دیا ہے۔ جاؤ اور اسکے مددگار بن کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو دنیا میں پھیلا دو اور ہر قسم کے

شرک کو دنیا سے مٹانے کیلئے اسکی مدد کرو۔لیکن ہمارے مخالفین کو یہ برداشت نہیں ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ تم ہماری طرح منہ سے تو بیشک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو،منہ سے تو بے شک کہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے لیکن یہ نہ کہو کہ وہ آج بھی ہماری دعاؤں کو سنتے ہوئے کوئی مصلح،کوئی مسیحا،کوئی نبی دنیا میں بھیج سکتا ہے۔اے مخالفینِ احمدیت!غور سے سن لو کہ ایسی محدود طاقتوں والا خدا تمہارا معبود تو ہوسکتا ہے،ہمارا نہیں۔ہمارا واحد و یگانہ معبودِ حقیقی تو وہ ہے جو تمام صفات کا حامل ہے،تمام طاقتوں کا مالک ہے اور ایسے خدا کو ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے،کبھی نہیں چھوڑ سکتے اور کبھی نہیں چھوڑ سکتے خواہ ہماری گردنیں کٹ جائیں۔

پھر تم کہتے ہو کہ ہم اس بات سے انکار کردیں کہ محمدؐ، اللہ کے خاص رسول ہیں۔وہ رسول ہیں جن کی رسالت کا اقرار کرنا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور معبودِ حقیقی ہونے کے اقرار کے ساتھ ضروری ہے۔اسکے بغیر اب تا قیامت خدا تعالیٰ کا قرب پانا ممکن نہیں۔اس اقرار کے بغیر اب تا قیامت دعاؤں کی قبولیت کی معراج حاصل کرنا ممکن نہیں۔اللہ تعالیٰ انہی کی زیادہ سنتا ہے جو اس کے پیارے ہیں۔اور اس قبولیت کیلئے جو نسخہ قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروا کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 32) کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو وہ تم سے محبت کرے گا۔پس ہم تو جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ ہو نہیں سکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہ سمجھیں اور آپ کی کامل پیروی کرنے کیلئے اپنے آپ کو تیار نہ پائیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یہ مسیحیت اور امامتِ زمانہ کا مقام ملا تو یہ مقام آپ علیہ السلام کو اپنے آقا کی کامل پیروی اور محبت کے نتیجہ میں ملا۔چنانچہ اس مقام کے عطا ہونے سے پہلے آپ کو جو نظارہ دکھایا گیا اس میں فرشتوں نے یہی کہہ کر تو آپ کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ھٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ (تذکرہ صفحہ 34 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ) یعنی یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔آپ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ اس مقام کی سب سے بڑی شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔اور فرشتوں نے اعلان کیا کہ یہ محبت کا جذبہ سب سے زیادہ اس شخص میں پایا جاتا ہے۔

پس یہ وہ مقام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور حقیقی ادراک کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور آپ کی وساطت سے ہمیں عطا ہوا۔آپ خود ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’سو میں نے خدا کے فضل سے، نہ اپنے کسی ہنر سے، اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64)

آپ فرماتے ہیں’’سو میں نے جو کچھ پایا، اُس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 65-64)

پس ہم نے اس زمانے کے امام، جسے خدا تعالیٰ نے مسیح و مہدی بنا کر بھیجا ہے، اس مسیح و مہدی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عرفان حاصل کیا ہے کہ آپؐ کی کامل پیروی سے، آپؐ سے عشق و محبت کے حقیقی اظہار اور عمل سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منعم علیہ گروہ میں شامل کرتا ہے۔جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ (النساء:70) جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کی وجہ سے مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ (النساء: 70) یعنی وہ لوگ نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے مقام سے حصہ پانے والے بن گئے۔

پس ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح ادراک رکھنے والوں اور آپ سے محبت رکھنے والوں کو ان درجات اور مرتبوں تک خدا تعالیٰ لے جا سکتا ہے اور لے جاتا ہے جو اسکے مقرب ترین بندے ہیں۔

مخالفین ہمیں کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی اس تعلیم کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی تعریف کرو ورنہ ہم تمہاری گردنیں کاٹیں گے۔ہماری تعریف کے مطابق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر عمل کرنے کیلئے تیار ہو تو ٹھیک، ورنہ مرنے کیلئے تیار ہو۔ہماری تعریف کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو سمجھنے کیلئے تیار ہو تو ٹھیک، ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھونے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

ہم اپنے مخالفین سے کہتے ہیں کہ ہمیں اس کلمہ کی قسم جو قیامت کے دن ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرکے بتائے گا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ سے حقیقی وفا کرنے والے ہم ہیں کہ تم؟اس دنیا میں اپنی عارضی طاقت اور حکومتوں کی پشت پناہی کے زعم میں تم جو ظلم اور سفا کی ہم سے روا رکھ سکتے ہو، رکھ لو۔لیکن ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس کلمہ کا یہی حقیقی فہم و ادراک آئندہ ہمیشہ کی زندگی میں جنت کی خوشخبریاں دیتا ہے۔اس کلمہ سے ہی ختم نبوت کا حقیقی فہم خدا تعالیٰ سے ہدایت پا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔پس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ اس دنیا میں بھی ہمارے دل کی آواز ہے اور اگلے جہان میں بھی ہمارا گواہ بن کر دشمن کے گریبانوں کو پکڑے گا۔انشاء اللہ۔ہم ببانگ دہل اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ مسیح محمدی کی بعثت سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ خاتمیتِ نبوت میں اضافہ ہوتا ہے۔آپؐ کے امتی کو یہ بلند مقام ملنا آپ کی اعلیٰ شان کا اظہار ہے۔اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 286 حاشیہ)

پس ہم تو اس تعلیم کو سینے سے چمٹائے ہوئے حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ ترین شان کے قائم کرنے والے ہیں۔ہم کسی مولوی، کسی عالم اور کسی حکومت کے خوف سے خوفزدہ ہو کر، مال و جان کے ضائع کر دیئے جانے کی دھمکیوں سے ڈر کر، قتل کے فتووں سے پریشان ہو کر، ظالمانہ طور پر گرنیڈوں کے حملوں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے اپنے پیاروں کو شہادت کا رتبہ پاتے دیکھ کر اس شانِ محمدی کے قائم کرنے سے کبھی پیچھے ہٹنے والے نہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ دشمن اپنی کئی ظالمانہ، سفاکانہ حرکات سے کبھی باز نہیں آئے گا کہ شیطان کے چیلوں کا یہی کام ہے۔افسوس ہے تو صرف یہ کہ ظالم میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، امن و سلامتی کے پیامبر، محسنِ انسانیت کے نام کو استعمال کر کے اس ظلم کو روا رکھتے ہیں۔جو رسولؐ کمزوروں، بیواؤں، یتیموں کا سہارا بن کر آیا تھا یہ ظالم اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کمزوروں کے سہارے چھین رہے ہیں۔بچوں اور سہاگنوں کو یتیم اور بیوہ کرنے کی ظالمانہ کوششیں کر رہے ہیں اور پھر اپنے اس فعل پر خوشی سے مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں۔جو رسولؐ انسانیت کی قدریں بحال کرنے آیا تھا، جس نے جاہلوں اور اجڈوں کو انسان اور باخدا انسان بنایا تھا، یہ ظالم اس رسولؐ کے نام پر انسانیت کی معمولی قدروں کو بھی پامال کرتے چلے جا رہے ہیں۔

اے ظالمو! خدا کیلئے، خدا کیلئے میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بدنام نہ کرو۔اگر تم اپنی ظالمانہ حرکات سے اپنی بدفطرتی کی وجہ سے باز نہیں آسکتے تو نہ آؤ۔اگر تم اپنے ظلم و بربریت کی مثالیں قائم کرنے سے نہیں رک سکتے تو نہ رکو۔اگر تم احمدیوں پر ظلم و تعدی کا بازار گرم کرنا چاہتے ہو تو بے شک کرو اور کرتے چلے جاؤ۔اس بارے میں اگر تم کسی حکومت کی اشیر باد لینا چاہتے ہو اور اس وجہ سے یہ کام کر رہے ہو تو بے شک کرو۔لیکن میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر یہ مذموم حرکات نہ کرو۔

غور سے سن لو کہ تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کے پیارے کلمے کو بدنام کرنے والے ہو نہ کہ احمدی۔اگر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو تو خدا کے حضور روؤ اور فریاد کرو کہ اللہ تمہارے لئے نشان ظاہر کرے۔لیکن یاد رکھو کہ اس زمانے میں خدا تعالیٰ کے اس فرستادے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے خلاف دعائیں اور نالے بھی ہوا میں اُڑ جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام مخالفین کو یہ کھلا چیلنج دیا ہے کہ میرے پر بددعائیں خدا تعالیٰ کبھی نہیں سنے گا۔آپ فرماتے ہیں:

’’میں محض نصیحتاً للہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانیاں کرنا طریقِ شرافت نہیں ہے۔اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی، لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ وہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھِس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے، تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں۔جو شخص میرے پر بددعا کرے گا وہ بددعا اسی پر پڑے گی۔جو شخص میری نسبت یہ کہتا ہے کہ اس پر لعنت ہو وہ لعنت اس کے دل پر پڑتی ہے مگر اسے خبر نہیں۔‘‘ (اربعین نمبر 4، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 472-471)

آپ فرماتے ہیں:’’میری روح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کیلئے دعائیں کریں، تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل پر بنا کر ان کے منہ پر مارے گا۔دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ناخنوں تک زور لگاؤ۔اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔جن دلوں پر مہریں ہیں انکا ہم کیا علاج کریں۔اے خدا تو اس اُمّت پر رحم کر۔‘‘

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 473)

مخالفینِ احمدیت اور دشمنانِ احمدیت کے ظالمانہ فعل اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ دعاؤں سے اور دلائل سے تو جماعت احمدیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔انبیاء کے مخالفین کا رویہ اپناتے ہوئے طاقت اور حکومت سے مقابلہ کریں۔پس جس حکومت و طاقت کا تمہیں زعم ہے اس کا استعمال بھی کر لو بلکہ گزشتہ ایک سو اکیس سال سے کر رہے ہو۔کیا اس مخالفت سے احمدیت کے قدم رکے ہیں؟ احمدیت تو ہر جہت اور ہر سُو پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ہر مخالفت کے بعد سعید فطرت احمدیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔اس تازہ ظلم کے بعد بھی کئی سعید فطرت اس حوالے سے ہی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آئے ہیں۔لاہور کے واقعہ کے بعد اس واقعہ کو دیکھ سن کر کافی بیعتیں بھی آ رہی ہیں۔اس واقعہ کے بعد یہ فتنہ و فساد پیدا کرنے والا ٹولہ جو ہے مخالفت اور گھٹیا زبان کے استعمال میں مزید بڑھا بھی ہے۔اسکے باوجود لوگوں کی توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ٹی وی پروگراموں میں بغیر کسی روک ٹوک کے ان کی دریدہ دہنی کے پروگرام دکھائے جاتے ہیں۔اور اگر کسی ٹی وی چینل نے احمدیوں کو وقوعہ کی روشنی میں حقائق پیش کرنے اور پاکستان کی تعمیر میں جماعت احمدیہ کے کردار کے بارے میں روشنی ڈالنے کیلئے بلانے کا اظہار کیا تو یا مُلّاں کے خوف سے یا حکومتی ادارے کے خوف سے اس پروگرام کے کرنے کی اجازت نہیں ملی یا خود ہی بعد میں کہہ دیا کہ ہمیں اجازت نہیں۔اس لئے کہ ان کو پتہ ہے کہ قوم کی آنکھوں پر نام نہاد علماء کے غلط پروپیگنڈے نے جو پردہ ڈالا ہوا ہے احمدیوں کا مؤقف سامنے آنے پر یہ پردہ چاک ہو جائے گا۔جن کی احمدیوں کو گالیاں دینے اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گھٹیا زبان استعمال کرنے کی

وجہ سے روزی لگی ہوئی ہے ان کی وہ روٹی بند ہو جائے گی۔ پس یہ نفس پرست مُلّاں ہیں جنہوں نے بدقسمتی سے پاکستانی حکومتوں کو یرغمال بنایا ہوا ہے اور حکومتیں بھی اپنا الٰہ، اپنا معبود ان مُلّاؤں کو سمجھتے ہوئے آنکھیں اور کان بند کر دیتی ہیں۔

اے وہ لوگو! جو اپنی طاقت اور کثرت کے بل بوتے پر ظلم میں بڑھتے چلے جا رہے ہو اُس خدا سے ڈرو جو کہتا ہے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (الاعراف: 183) (اور ہم انہیں آہستہ آہستہ ایسے راستوں سے جن کو وہ جانتے نہیں ہلاکت کی طرف کھینچ لائیں گے) پس اپنی ہلاکت کو آواز نہ دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور زمانے کے منادی کی آواز پر کان دھرو کہ وہ بھی آیت اللہ ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تمہاری مخالفت تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل کو اپنی فتح پر محمول نہ کرو۔ یہ ڈھیل تو تمہیں خدا تعالیٰ کے قول اُمْلِيْ لَهُمْ (کہ میں انہیں ڈھیل دیتا ہوں) کی وجہ سے مل رہی ہے۔ لیکن اسکے بعد کے انذاری الفاظ پر بھی ذرا غور کرو جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (الاعراف: 184) (کہ میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) پس جب اللہ تعالیٰ حد سے بڑھے ہوؤں کے خلاف تدبیر کرتا ہے تو وہ انسانی سوچ کے دائرے سے باہر ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا تدبیر ہوگی۔ لیکن یہ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کرتا ہے اور پورا کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”جو شخص خدا تعالیٰ کے مامور کی مخالفت کرتا ہے وہ اس کی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ اگرچہ سزا دینے میں دھیما ہے مگر جو لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اور بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے خدا تعالیٰ کے حضور جھک جائیں، الٹے خدا تعالیٰ کے رسول کو ستاتے اور دکھ دیتے ہیں، وہ آخر کار پکڑے جاتے ہیں اور ضرور پکڑے جاتے ہیں۔“ (ملفوظات، جلد 5، صفحہ 412 تا 413، جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس اے احمد یو! تم اس ظلم پر پریشان نہ ہو کہ الٰہی جماعتوں سے یہی ہمیشہ روا رکھا گیا ہے۔ ان ظالموں کا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑو۔ جماعتِ احمدیہ کی ترقی، جیسا کہ میں نے کہا ہے، نہ پہلے کبھی ان واقعات سے رکی ہے نہ آئندہ انشاء اللہ رکے گی۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ پکڑے گا اور ضرور پکڑے گا۔ ہمارا کام خدا تعالیٰ کے حضور جھکنا ہے اور اس کی رحمت کو جذب کرنا ہے۔ جب ہم نے یہ اعلان کیا ہے کہ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ (آل عمران: 194) کہ اے ہمارے رب! ہم نے یقیناً ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ زمین و آسمان کا پالنے والا وہ خدا ہے جو تمام طاقتوں کا مالک ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور اس میں موجود ہر چیز کی پیدائش اور پرورش کرنے والا وہی رب ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ پر شریعت کامل ہوئی ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ قرآن کریم آخری شرعی کتاب ہے جو رب العالمین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ فرشتے برحق ہیں اور جس طرح پہلے اپنے مفوضہ فرائض کو سرانجام دیتے تھے آج بھی سرانجام دیتے ہیں۔ وحی و الہام کرنے والے فرشتے جس طرح پہلے فعّال تھے آج بھی فعّال ہیں۔ روح القدس کی تائیدات جس طرح پہلے اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کے ساتھ تھیں آج بھی ساتھ ہیں۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ پہلے انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابیں نازل ہوئیں۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ تمام رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں کچھ شریعت اور کتاب لے کر اور کچھ اپنے سے پہلے انبیاء کی تعلیم کو آگے پھیلانے کیلئے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ تمام رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس لحاظ سے سب برابر ہیں۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آخرین میں جو نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مبعوث ہونا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق مبعوث فرما دیا ہے۔ یہ سب سننے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ فَاٰمَنَّا۔ پس ہم ایمان لائے۔

اے عاشقِ رسول اور مسیح و مہدی! ہم تجھے ہی وہ منادی سمجھتے ہیں جس کے آنے کا خدا تعالیٰ نے اس زمانے میں وعدہ فرمایا۔ ہم کامل طور پر تیری اطاعت کرنے اور اس کامل شریعت کی پیروی کرنے کا عہد کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری۔ اور جسے اس زمانے میں دنیا میں پھیلانے کا کام خدا تعالیٰ نے اے مسیح موعود تیرے سپرد کیا۔ اے اللہ! مجیب الدعوات اور غفور الرحیم ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے تجھ سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ تا دمِ آخر ہمیں اس ایمان پر قائم رکھ جس کا عہد ہم نے تیرے فرستادے سے عہدِ بیعت کی صورت میں کیا ہے۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران: 194) اے ہمارے رب! تو ہمارے قصور معاف کر اور ہماری بدیاں ہم سے مٹا دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ وفات دے۔

پس ہم عہدِ بیعت اسی صورت میں نبھا سکتے ہیں جب ہم خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں، جب ہم برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں۔ ہماری موت تبھی ان نیک لوگوں کے ساتھ ہو سکتی ہے جب ہم اپنے اعمال پر نظر رکھیں، جب ہم اپنے عہدِ بیعت کو نبھانے کی ہر دم کوشش کرتے رہیں۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے عہدِ بیعت کو نبھایا، جنہوں نے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی سند حاصل کی۔

ہم شہداء کے واقعات سنتے ہیں، بعض لکھنے والے مجھے لکھتے ہیں کہ آج کل خطبات میں جو شہداء کا ذکر ہو رہا ہے اور بعض کو ان میں سے ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں اور ان کا ذاتی تجربہ ہے یقیناً ان میں سے ہر ایک اپنا عہد پورا کرنے والا اور ایک روشن چمکدار ستارہ تھا۔ قطب ستارے یا بعض ستارے تو ارضی راستوں کی نشاندہی کرتے ہوئے رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ عشق و وفا کے لہلہاتے کھیتوں کی طرف ہمیں لے جانے والے ہیں۔ پس یہ لوگ ہیں جنہوں نے عہدِ بیعت نبھایا ہے۔

حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحبؓ شہید کے ذکر کے بعد ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے، اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف کی روح رکھتے ہوں۔“ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 75)

پھر اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سَرو کی کاٹی گئی اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے۔“ اس کشف کو حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف شہید کے واقعہ پر محمول کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ”سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ سو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی۔“ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 75 تا 76)

پس جو مالی اور جانی قربانیاں کرتے ہوئے اپنے عہدِ بیعت کو نبھا گئے وہ بے شک اسی کشف کے مصداق اور اس شاخ کے بغل بچے ہیں جو حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کی صورت میں زمین میں گاڑی گئی تھی۔ یہ تو خدا تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کس کو اس نے شہادت کا درجہ دینا ہے اور کس سے کسی اور رنگ میں کام لینا ہے۔ لیکن آج ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے کہ اپنے عہدِ بیعت کو نبھاتے ہوئے اپنے اندر وہ انقلابِ عظیم پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مقرب بنیں جو انقلاب زمانے کے منادی ہم میں روحانی طور پر پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جو روحانی انقلاب اور مسیح محمدی سے تعلق حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحبؓ شہید نے دکھایا تھا وہ ہمیں پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے کلمے کی عملی تصویر بننے کیلئے اپنی تمام تر کوششیں بروئے کار لانی چاہئیں۔ ورنہ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ (آل عمران: 194) کا نعرہ بے فائدہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ ہمارا ایمان کامل کرنے کیلئے آپ نے کیا طریق بتائے ہیں؟ یہاں کچھ ذکر کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سب سے بنیادی چیز ایک مومن کے ایمان کیلئے اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور یہ ایمان اس وقت تک اعلیٰ درجے تک نہیں پہنچتا جب تک خدا تعالیٰ سے بے غرض محبت نہ ہو۔ (ماخوذ از ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 508، جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

فرمایا: ”مسلمان وہ ہے جو اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے وقف کر دے اور سپرد کر دے اور اعتقادی اور عملی طور پر اس کا مقصود اور غرض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی ہو۔“ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 133، جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

فرمایا: ایک ”حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے یہ کہہ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولا پیدا کرنے والا اور محسن ہے، اس لئے اسکے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ سچے مسلمان کو اگر کہا جاوے کہ ان اعمال کی پاداش میں کچھ بھی نہیں ملے گا اور نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے اور نہ آرام ہیں نہ لذات ہیں تو وہ اپنے اعمالِ صالحہ اور محبتِ الٰہی کو ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی عبادات اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور اسکی فرمانبرداری اور اطاعت میں فنا کسی پاداش یا اجر کی بناء اور امید پر نہیں ہے۔“ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 133، جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں: ”تمہارا فرض ہے کہ سچی توبہ کرو اور اپنی سچائی اور وفاداری سے خدا کو راضی کرو تا کہ تمہارا آفتاب غروب نہ ہو۔“ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 140، جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس مسیح محمدی کی بیعت میں آ کر جس آفتابِ صداقت اور نورِ محمدی سے ہم احمدی فیض پا رہے ہیں جس سے دوسرے مسلمانوں نے باوجود اس سورج کے پاس ہونے کے فائدہ نہیں اٹھایا اس سورج کو ہمیشہ چمکتا اور روشن رکھنے اور فیض حاصل کرنے کیلئے خدا تعالیٰ سے تعلق کی ضرورت ہے۔

مجھے ان دہشتگردی کے واقعات کے بعد جس کثرت سے اس مضمون کے خط آ رہے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے قریب ہوئے ہیں اور ہمارے ایمان میں ترقی ہوئی ہے اس تعلق میں خدا تعالیٰ کی قربت کے مزید مدارج طے کرنے کی طرف ہر احمدی کو اب مستقل مزاجی سے توجہ کی ضرورت ہے۔ پھر دیکھیں وہ خدا جو ہمارا خدا اور سب طاقتوں والا خدا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے گئے اپنے تائیدات کے وعدوں کو پورا کرتے ہوئے کس تیزی سے اپنی تائیدات کے نظارے دکھاتے ہوئے دشمن کے ہر مکر کو اُس پر الٹاتا چلا جائے گا۔ آج تک ہم نے خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتیں مسیح محمدی کے قائم کردہ اس سلسلے کے ساتھ ہی دیکھی ہیں اور اس کو دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں اور جو خدا آج تک جماعت احمدیہ کی حفاظت کرتا آیا ہے اور ترقی کی نئی راہیں دکھاتا رہا ہے اور دکھاتا چلا جا رہا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی دکھائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے دو فریق ہو گئے ہیں۔ جس طرح ہماری جماعت شرح صدر سے اپنے آپ کو حق پر جانتی ہے اسی طرح مخالف اپنے غلو میں ہر قسم کی بے حیائی اور جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں۔ شیطان نے ان کے دلوں میں جما دیا ہے کہ ہماری نسبت ہر قسم کا افترا اور بہتان ان کیلئے جائز ہے اور نہ صرف جائز بلکہ ثواب کا کام ہے۔“ (ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 176، جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اور یہ بات آج بھی سچ ہے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ لاہور میں مسجد پر حملے کے بعد ان کا کوئی عزیز ٹیکسی پر بیٹھا تو باتوں باتوں میں ڈرائیور سے اس نے کہا کہ کیا خیال ہے یہ ظلم نہیں ہوا جو احمدیوں کی مسجد میں فائرنگ ہوئی ہے اور ظلم ہوا ہے؟ تو ڈرائیور نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ بالکل ٹھیک ہوا کیونکہ اس مسجد (وہ مسجد تو نہیں کہتے عبادت گاہ کہتے ہیں) کے اندر یہ لوگ ایک بڑا خطرناک کام کر رہے تھے جس سے تمام امتِ مسلمہ تباہ ہو سکتی تھی۔ نعوذ باللہ۔ تو یہ باتیں علم نہ رکھنے والے عوام کے دماغوں اور دلوں میں جھوٹی کہانیاں سنا سنا کر ان نام

نہاد علماء نے ہی بھری ہوئی ہیں اور اسکے علاوہ بھی بہت کچھ، تاکہ اسکا جواز بنا کر پھر احمدیوں پر ظلم کئے جائیں۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی ان باتوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جھوٹ سچ کی تمیز تو اب ان کو رہی نہیں۔ ’’اس لئے اب ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو ان کے مقابلے میں بالکل چھوڑ دیں‘‘ یعنی ان کے الزامات پر صفائیاں پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ’’اور خدا تعالیٰ کے فیصلے پر نگاہ کریں۔‘‘ اب مقابلے کو چھوڑ دیں اور خدا تعالیٰ کے فیصلے پر نگاہ کریں۔ ’’جس قدر وقت ان کی بیہودگیوں اور گالیوں کی طرف توجہ کرنے میں ضائع کریں بہتر ہے کہ وہی وقت استغفار اور دعاؤں کیلئے دیں۔‘‘

آپ فرماتے ہیں کہ ’’جس قدر وقت اُن کی بیہودگیوں اور گالیوں کی طرف توجہ کرنے میں ضائع کریں بہتر ہے کہ وہی وقت استغفار اور دعاؤں کیلئے دیں۔‘‘ (ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 176 تا 177، جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

ہاں تبلیغ کرنا ہمارا کام ہے اس لئے کہ بہت سے سعید فطرت حقیقت جاننا چاہتے ہیں۔ انکی رہنمائی بہرحال ہم نے کرنی ہے۔ اور یہ دیکھ کر خود اس لئے ہمارے پاس آتے بھی ہیں۔ اس لئے وہ کام تو جاری رہے گا۔ لیکن ان مولویوں کا مقابلہ کرنے کیلئے ان کی ہر بات ہر گالی کا جواب دینے کیلئے جو بعض لوگوں کو خیال آتا ہے کہ دیا جائے، وہ غلط ہے۔ آپ اپنی طاقتیں ضائع کرنے کی بجائے اتنا عرصہ دعاؤں اور استغفار میں اپنا وقت گزاریں۔ کیونکہ یہ دریدہ دہن علمائے سوء جو ہیں، ان کے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں، کیونکہ انہوں نے تو ماننا نہیں، چکنے گھڑے ہیں۔ ان کی روزی مرتی ہے۔

پس اگر ہم دعاؤں اور استغفار میں اس کا حق ادا کرتے ہوئے جُت گئے۔ اگر ہم نے مسیح محمدی کے ارشادات پر صحیح رنگ میں عمل کیا، وہ تبدیلیاں پیدا کر لیں جو اس زمانے کے امام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی راتوں کو دعاؤں سے سجاتے رہے۔ استغفار کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے رہے، تو یہ مخالفتیں اور ظلم جو درحقیقت جماعت کی بنیادوں کو کمزور کرنے کیلئے کی جارہی ہیں یہ جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتیں۔ ان مخالفتوں کے پھل یقیناً جماعت کی کامیابی کی صورت میں لگنے ہیں اور ضرور لگنے ہیں اور لگ رہے ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہزار کوششوں کے باوجود بھی جماعت کو پھلنے پھولنے اور بڑھنے سے نہیں روک سکتی۔ اگر ہمارا اپنے معبودِ حقیقی سے تعلق مضبوطی کی طرف بڑھتا چلا جائے تو جماعت کی عظیم کامیابیوں کو ہم اپنی زندگی میں دیکھ سکتے ہیں۔ بڑا احمق ہے دشمن جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے مالی نقصان ہمیں اپنے دین سے پیچھے ہٹا دیں گے۔ بڑا کم عقل اور خوش فہم ہے ہمارا دشمن جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے جانی نقصان ہمارے ایمان میں کمزوری پیدا کر دیں گے۔

ہم نے تو یہ نظارے دیکھے ہیں کہ باپ کے شہید ہونے پر اس کے نو دس سالہ بیٹے کو ماں نے اگلے جمعہ مسجد میں جمعہ پڑھنے کیلئے بھیج دیا اور کہا کہ وہیں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھنا ہے جہاں تمہارا باپ شہید ہوا تھا تا کہ تمہارے ذہن میں یہ رہے کہ میرا باپ ایک عظیم مقصد کیلئے شہید ہوا تھا، تا کہ تمہیں یہ احساس رہے کہ موت ہمیں اپنے عظیم مقصد کے حصول سے کبھی خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ جہاں ایسے بچے پیدا ہوں گے، جہاں ایسی مائیں اپنے بچوں کی تربیت کر رہی ہوں گی وہ قومیں کبھی موت سے ڈرا نہیں کرتیں۔ اور کوئی دشمن، کوئی دنیاوی طاقت ان کی ترقی کو روک نہیں سکتا۔

یہ مالی اور جانی نقصان ہونے کی اطلاع تو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے خدا نے ہمیں دے دی تھی اور ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے عمل سے اس کی مثالیں بھی قائم فرما دی تھیں اور جب آخرین کو پہلوں سے جوڑا تو یہ واضح کر دیا کہ یہ مثالیں آخرین بھی قائم کریں گے اور پھر بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (البقرہ: 156) کہہ کر آخرین کو بھی ان قربانیوں کے بدلے جنتوں اور فتوحات کی خوشخبری سنا دی۔

پس ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ان واقعات نے جو جماعتی قربانی کی صورت میں ہوئے جس طرح پہلے سے بڑھ کر ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف راغب کیا ہے، اس جذبے کو، اس ایمانی حرارت کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی آہ و بکا کے عمل کو، اپنے اندر پاک تبدیلیوں کی کوششوں کو کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی اپنے بھائیوں کی قربانی کو مرنے نہ دیں جو اپنی جان کی قربانیاں دے کر ہمیں زندگی کے نئے راستے دکھا گئے۔ اگر ہم نے اپنی سوچوں اور اپنے عملوں کو اس نہج پر چلایا تو خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت کے نظارے بھی ہم دیکھیں گے، انشاء اللہ۔ اور اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ (البقرۃ: 215) (یاد رکھو کہ اللہ کی مدد یقیناً قریب ہے) کی جاں فزا اور پُرشوکت آواز بھی ہم سنیں گے۔ اور اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (الفتح: 2) کی خوشخبری اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ پس خدا کے حضور جھک جائیں اور اپنے خدا کے حضور جو سب طاقتوں کا مالک ہے جو مجیب الدعوات ہے اس طرح چلّائیں کہ عرش کے کنگرے بھی ہلنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ایسی دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے۔

اے اللہ! تو ہم کمزوروں کو باوجود ہماری تمام تر کمزوریوں کے ہر آن اپنے مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق سے کئے گئے وعدوں کے پورا ہونے کے نظارے دکھاتا چلا جا۔ ہماری کمزوریوں سے صرفِ نظر فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہمیں اپنی رحمت کی آغوش میں لے لے۔ کبھی کوئی ابتلاء، کوئی امتحان ہمارے ایمانوں میں کمزوری پیدا کرنے کا باعث نہ بنے۔ ہمارے ایمانوں میں پہلے سے بڑھ کر مضبوطی عطا فرما۔ ہماری پردہ پوشی فرما۔ مخالفین اور منافقین کے ہر شر سے ہمیں بچا۔ مخالفین پر ہمیں فتح و کامیابی عطا فرما۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ: 251)

اب ہم دعا کریں گے۔ دعا میں اپنے سب شہداء اور ان کے خاندانوں کو بھی یاد رکھیں، اسیران کو بھی یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور خیریت سے اپنے گھروں کو لے کر جائے۔ اب دعا کر لیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 30 رجولائی 2010)

بقیہ از صفحہ نمبر 19

کہ باوجود اس کے کہ ان کو اپنی ضروریات ہوتی ہیں وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کے لئے ضرورتمندوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اور اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ وہ چیز دیتے ہیں جس کی ان کو ضرورت ہے، جس کو وہ خود اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔

سوال حضور انور نے تحفہ دینے کے متعلق افراد جماعت کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: بعض تو ایسی عجیب فطرت کے ہیں کہ تحفے بھی اگر دیتے ہیں تو اپنی استعمال شدہ چیزوں میں سے دیتے ہیں یا پہنے ہوئے کپڑوں کے دیتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو اپنے بھائیوں، بہنوں کی عزت کا خیال رکھنا چاہئے۔ بہتر ہے کہ اگر توفیق نہیں ہے تو تحفہ نہ دیں یا یہ بتا کر دیں کہ یہ میری استعمال شدہ چیز ہے اگر پسند کرو تو دوں۔

سوال حضور انور نے غریب بچیوں کی شادیوں میں تحفۃ دینے والوں کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ہم غریب بچیوں کی شادیوں کیلئے اچھے کپڑے دینا چاہتے ہیں جو ہم نے ایک آدھ دن پہنے ہوئے ہیں۔ تو اس کے بارہ میں واضح ہو کہ غریبوں کی عزت کا خیال رکھیں اور اس شکل میں دیں کہ اگر وہ چیز دینے کے قابل ہے تو دی جائے۔ ہر ایک کی عزت نفس ہے اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کی اخلاقی تعلیم و تربیت کے لیے کیا ارادہ فرمایا تھا؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: مجھے صحت ہو جاوے تو میں اخلاقی تعلیم پر ایک مستقل رسالہ لکھوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشا ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور وہ میری جماعت کیلئے ایک کامل تعلیم ہو اور ابتغاء مرضات اللہ کی راہیں اس میں دکھائی جائیں۔

سوال حضرت موعودؑ نے کس بات پر رنج کا اظہار فرمایا ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ میں جماعت کو ابھی اس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اٹھاتا ہے تو چار قدم گرتا ہے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لیے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے۔

سوال حضور انور نے کس بات پر فکر کا اظہار کرتے ہوئے اس سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا فضل مانگنے کی تلقین فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جوں جوں ہم مسیح موعودؑ کے زمانے سے دور ہٹتے جا رہے ہیں، معاشرے کی بعض برائیوں کے ساتھ شیطان حملے کرتا رہتا ہے اس لئے جس فکر کا اظہار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے آپ کی تعلیم کے مطابق ہی کوشش، تدبیر اور دعا سے اللہ تعالیٰ کا فضل مانگتے ہوئے ان برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو ہمیشہ کامل رکھے۔

سوال حضور انور نے الخلق عیال اللہ کے متعلق کون سی حدیث پیش فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اسکے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور انکی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

سوال ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کتنے حق ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ 1 جب وہ اسے ملے تو اسے السلام علیکم کہے۔ 2 جب وہ چھینک مارے تو یَرْحَمُكَ اللہ کہے۔ 3 جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔ 4 جب وہ اس کو بلائے تو اس کی بات کا جواب دے۔ 5 جب وہ وفات پا جائے تو اس کے جنازہ پر آئے۔ 6 اس کے لئے وہ پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور اس کی غیر حاضری میں بھی وہ اس کی خیر خواہی کرے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کو آپس میں پیار محبت اور اخوت قائم رکھنے کے لیے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب آپؐ نے فرمایا، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے بڑھ چڑھ کر بھاؤ نہ بڑھاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ موڑو یعنی بے تعلقی کا رویہ اختیار نہ کرو۔ ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے (اور) آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کی تحقیر نہیں کرتا۔ اس کو شرمندہ یا رسوا نہیں کرتا۔ انسان کی بدبختی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام اور اس کے لئے واجب الاحترام ہے۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے حقوق کی کتنی اقسام بیان فرمائی ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یاد رکھو حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق اللہ دوسرے حق العباد۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمدردی کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے۔ میں آج کل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔

سوال حضور انور نے احمدی ڈاکٹرز، ٹیچرز اور وکلا وغیرہ کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مَیں ہر احمدی ڈاکٹر، ہر احمدی ٹیچر اور ہر احمدی وکیل اور ہر وہ احمدی جو اپنے پیشے کے لحاظ سے کسی بھی رنگ میں خدمت انسانیت کرسکتا ہے، غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آسکتا ہے، ان سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ضرور غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آنے کی کوشش کریں۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کے اموال و نفوس میں پہلے سے بڑھ کر برکت عطا فرمائے گا انشاء اللہ۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کی جناب میں قبول ہونے کا کیا طریق بیان فرمایا ہے؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: تم اُس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے اُن کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔

……☆……☆……☆……

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 2؍اکتوبر 2020 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ کا نام عامر بن عبداللہ تھا اور ان کے والد کا نام عبداللہ بن جَرّاح تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام اُمَیمہ بنتِ غَنْم تھا اور آپؓ کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بَنُو حارِثْ بِنْ فِہر سے تھا۔

سوال حضور انور نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا کیا حلیہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ان کا قد لمبا تھا، جسم نحیف تھا اور چہرے پر کم گوشت تھا۔ سامنے کے دو دانت غزوۂ احد کے موقعے پر رسول اللہؐ کے رخسار میں پھنسے ہوئے خود کے حلقوں کو نکالتے ہوئے ٹوٹ گئے تھے۔ آپؓ کی داڑھی زیادہ گھنی نہ تھی اور آپؓ خضاب کا استعمال کیا کرتے تھے۔

سوال حضرت ابوعبیدہؓ کے بیٹوں کے کیا نام ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؓ کے دو بیٹے تھے ایک کا نام یزید اور دوسرے کا نام عُمیر تھا۔

سوال حضرت ابوعبیدہؓ کا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوعبیدہؓ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی، جن کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ آپ کا شمار قریش کے باوقار، بااخلاق اور باحیا لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ کا اسلام لانے میں نواں نمبر ہے۔

سوال آنحضرتؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو کیا خطاب دیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہر امّت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امّت کے امین ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ ہیں۔

سوال حضرت عائشہؓ کی نظر میں حضرت ابوعبیدہؓ کی کیا قدرومنزلت تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عائشہؓ کی نظر میں ابوعبیدہؓ کی اتنی قدرومنزلت تھی کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ اگر حضرت عمرؓ کی وفات پر ابوعبیدہؓ زندہ ہوتے تو وہی خلیفہ ہوتے۔

سوال حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت حضرت ابو عبیدہؓ کے متعلق کیا فرمایا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر آج حضرت ابوعبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ نامزد کرتا اور اگر میرا رب مجھ سے اس بارے میں پوچھتا کہ تم نے اسے کیوں نامزد کیا ہے تو مَیں عرض کرتا کہ مَیں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ابوعبیدہؓ اس امّت کا امین ہے۔ اس لیے اسے جانشین بنایا ہے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ کی مواخات کن سے کرائی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ کی مؤاخات حضرت ابوحذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالمؓ کے ساتھ فرمائی۔

سوال غزوہ بدر کے روز حضرت ابوعبیدہؓ کو کیا واقعہ پیش آیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: غزوۂ بدر کے روز حضرت ابو عبیدہؓ کا باپ عبداللہ کفار کی طرف سے میدان میں آیا۔ باپ نے بیٹے کو نشانہ بنانا چاہا مگر حضرت ابوعبیدہؓ بچتے رہے مگر باپ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ نے دیکھا کہ باپ پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا تو جذبہ توحید نسبی تعلق پر غالب آیا اور عبداللہ جواُن کا باپ تھا اپنے ہی بیٹے حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

سوال غزوہ احد میں جس شخص نے آنحضورؐ کو پتھر مارا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا کیا انجام کیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: غزوۂ احد کے دن عبداللہ بن قَمِئَہ نے آنحضوؐ کو زور سے پتھر مارا جس سے آپؐ کا چہرہ مُبارک زخمی ہو گیا اور آپؐ کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ اس پر اس نے نعرہ مارا کہ یہ لو مَیں ابنِ قَمِئَہ ہوں۔ رسول اللہؐ نے اپنے چہرۂ مبارک سے خون صاف کرتے ہوئے فرمایا اللہ تجھے رسوا کرے۔ پھر ایسا ہوا کہ اللہ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا جس نے اسے مسلسل سینگ مارے یہاں تک کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

سوال غزوہ احد کے دن حضرت ابوعبیدہؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خدمت کرنی نصیب ہوئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: احد کے دن جب رسول اللہؐ کے چہرے پر پتھر مارا گیا تو آپؐ کے خَود کی دو کڑیاں ٹوٹ کر آپؐ کے چہرۂ مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے خَود کے ان دو حلقوں میں سے ایک کو اپنے دانت سے پکڑا اور اتنے زور سے کھینچ کر نکالا کہ آپؓ کا سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ پھر آپؓ نے دوسرے حلقے کو بھی دانتوں سے پکڑ کر زور سے کھینچ کر باہر نکالا کہ آپؓ کا سامنے کا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ احد کے دن جب لوگ منتشر ہو گئے تھے تو حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ رسول اللہؐ کے پاس ثابت قدم موجود رہے۔

سوال حضرت ابوعبیدہؓ کو کن کن سرایا (جنگوں) میں شامل ہونے کی توفیق ملی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: سریہ ذوالقصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حضرت محمد بن مسلمہ کا انتقام لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ پھر سریہ ذات السلاسل میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو حضرت عمرو بن عاصؓ کی مدد کے لیے دو سو مہاجرین اور انصار کی جماعت کے ساتھ بھیجا۔ اس جنگ میں رسول اللہؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ کی کمال اطاعت پر فرمایا رَحِمَهُ اللّٰهُ اَبَا عُبَيْدَةَ کہ ابوعبیدہ پر اللہ کی رحمت ہو۔ سریہ سیف البحر جو آٹھ ہجری میں ہوا، آنحضرتؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو اس سریہ کا امیر بنایا۔

سوال سریہ سیف البحر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے کھانے کا کس طرح انتظام فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ اس سریہ میں ہم نے پتے بھی کھائے۔ اس اثنا میں سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور جس کو عنبر کہتے ہیں پھینک دیا۔ یہ ایک مردہ مچھلی تھی۔ ہم اس کا گوشت آدھا مہینہ کھاتے رہے اور اس کی چربی بدن پر ملا کرتے تھے۔

سوال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مچھلی کے متعلق بتایا گیا تو آپؐ نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت جابرؓ کہتے ہیں جب ہم مدینہ آئے تو نبیؐ سے ہم نے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے نکالا ہوا ُسے تم کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری حالت دیکھ کر تمہارے لئے بھیجا تھا اور اگر کچھ اپنے ساتھ لائے ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ان میں سے کسی نے آپؐ کو ایک حصہ دیا اور آپؐ نے اسکو کھایا۔

سوال فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ کو کیا اعزاز عطا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: فتح مکہ کے دن رسول اللہؐ نے حضرت زبیرؓ کو لشکر کے ایک پہلو پر اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو لشکر کے دوسرے پہلو پر مقرر فرمایا اور حضرت ابوعبیدہؓ کو پیادہ لوگوں اور وادی کے نشیب کا سردار بنا دیا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق کس خوف کا اظہار فرمایا تھا؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مَیں تمہارے بارے میں محتاجی سے نہیں ڈرتا بلکہ مَیں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے اور پھر تم بڑھ چڑھ کر حرص کرنے لگ جاؤ۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی قبر کس طرز کی بنائی گئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے اہل مدینہ کی طرز پر لحد والی قبر بنائی۔

سوال جب خلافت کے متعلق اختلاف ہوا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے انصار کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب خلافت کے بارے میں بحث ہوئی تو حضرت ابوعبیدہؓ نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے انصار کے گروہ! تم تو وہ لوگ ہو جنہوں نے سب سے پہلے مدد کی تھی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب تم ہی سب سے پہلے اختلاف پیدا کرنے والے ہو جاؤ۔

سوال حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ کے ذمے کیا کام لگایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ نے بیت المال کا کام حضرت ابوعبیدہؓ کے ذمے لگایا۔ 13؍ہجری میں حضرت ابوبکرؓ نے آپؓ کو شام کی طرف امیرِ لشکر بنا کر بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو بطور سپہ سالار معزول فرما کر حضرت ابوعبیدہؓ کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔

سوال حضرت ابوعبیدہؓ نے کن کن علاقوں کو فتح کیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوعبیدہؓ نے شام، اجنادین، دمشق، فِحل، حمص، لاذقیہ وغیرہ مقامات کو فتح کیا۔

سوال خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے احباب جماعت کو کیا دعا کرنے کی تلقین فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: پاکستان کے احمدیوں کیلئے بھی آج کل بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مولویوں اور حکومت کے اہلکاروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ احمدی آج کل بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ مشکلات دُور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق میں بڑھیں خاص طور پر پاکستان میں رہنے والے احمدی، باہر رہنے والے احمدی بھی جو پاکستان سے آئے ہوئے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت جلد آئے اور ان مشکلات سے وہاں کے رہنے والے احمدی چھٹکارا پا سکیں۔ ☆☆

نوویں شرط بیعت کی روشنی میں حقوق العباد کی ادائیگی کے متعلق قرآن وحدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات پر مشتمل پُرمعارف خطبہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 12؍ستمبر 2003 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شرائط بیعت کی نویں شرط کیا بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نویں شرط یہ ہے ”یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔“

سوال حضور انور نے نویں شرط کو واضح کرنے کے لیے کون سی آیت پیش کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کا کیا ترجمہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس کا ترجمہ یہ ہے: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

سوال حضور انور نے اس آیت کریمہ کی کیا تشریح بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف اپنے بھائیوں، عزیزوں، رشتہ داروں، اپنے جاننے والوں، ہمسایوں سے حسن سلوک کرو، ان سے ہمدردی کرو بلکہ ایسے لوگ، ایسے ہمسائے جن کو تم نہیں بھی جانتے، تمہاری ان سے کوئی رشتہ داری یا تعلق داری بھی نہیں ہے، ان کو بھی اگر تمہاری ہمدردی اور تمہاری مدد کی ضرورت ہے، اگر ان کو تمہارے سے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ان کو ضرور فائدہ پہنچاؤ۔ اس سے اسلام کا ایک حسین معاشرہ قائم ہوگا۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہمدردیٔ خلق کے متعلق دوسری آیت کون سی پیش کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔

سوال حضور انور نے اس آیت کریمہ کا کیا ترجمہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس کا ترجمہ یہ ہے اور وہ کھانے کو، اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے، مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کا کیا مطلب بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس کا ایک تو یہ مطلب ہے

باقی صفحہ نمبر 18 پر ملاحظہ فرمائیں

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 69 Thursday 19 - November - 2020 Issue. 47

MANAGER
NAWAB AHMAD
Mobile : +91 94170 20616
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابہ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہما کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13 نومبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج بدری صحابہ کا ذکر ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کا ذکر چل رہا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میرے والد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ آپ کا مثلہ کیا گیا تھا یعنی جسم کے اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے خاص طور پر کان اور ناک۔ آپ کی میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی گئی تو کہتے ہیں کہ میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانے لگا تو لوگوں نے مجھے منع کیا۔ پھر لوگوں نے ایک عورت کی چیخنے کی آواز سنی تو کسی نے کہا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی بیٹی ہیں ان کا نام حضرت فاطمہ بنت عمرو تھا یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی بہن تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مت رو کیونکہ فرشتے مسلسل اس پر اپنے پَروں سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: غزوہ احد کے شہداء کی نماز جنازہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے شہداء کا جنازہ پڑھا۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کا جنازہ غزوہ احد کے آٹھ سال بعد پڑھا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہداء کا جنازہ پڑھتے اور حضرت حمزہ کی میت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود رہتی جبکہ باقی شہداء کو لے جایا جاتا۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ ان کو ان کے خون یعنی زخموں سمیت دفنا دیا گیا اور ان میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں ادا کی گئی۔ سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ اس وقت ادا نہیں کی گئی۔ لیکن بعد میں زمانہ وفات کے قریب آنحضرتؐ نے خاص طور پر شہدائے احد پر جنازہ کی نماز ادا کی۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے لئے غزوہ احد کے چھ ماہ بعد قبر بنائی اور انہیں اس میں دفن کیا تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے تو آپ نے فرمایا اے جابر کیا بات ہے میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور وہ قرض اور اولاد چھوڑ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز کی خوشخبری نہ دوں جس سے اللہ نے تمہارے والد سے ملاقات کی ہے۔ میں نے عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے لیکن اللہ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور پھر ان سے آمنے سامنے ہو کر کلام کیا اور فرمایا اے میرے بندے مجھ سے مانگ کہ میں تجھے دوں۔ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے ربّ مجھے دوبارہ زندہ کر دے تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو ایک بار مر جائیں وہ دنیا میں دوبارہ نہیں لوٹائے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے اللہ سے عرض کی کہ اے میرے ربّ میرے پیچھے رہنے والوں تک یہ بات پہنچا دے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ یعنی جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ انہیں ان کے رب کے ہاں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔

حضور انور نے فرمایا اگلے جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت ابودجانہ۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنوساعدہ سے ہے۔ حضرت ابودجانہ غزوہ بدر احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ حضرت ابودجانہ کا شمار انصار کے کبار صحابہ میں ہوتا تھا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ جب جنگ ہوتی تو حضرت ابودجانہ بہت شجاعت کا اظہار کرتے اور وہ کمال کے گھوڑ سوار تھے۔ ان کے پاس سرخ رنگ کا ایک رومال تھا جسے وہ صرف جنگ کے وقت سر پر باندھتے تھے۔ جب وہ سرخ رومال سر پر باندھتے تو لوگوں کو علم ہو جاتا کہ اب وہ لڑائی کے لئے تیار ہیں۔ حضرت ابودجانہ کا شمار دلیر اور بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔ محمد بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابودجانہ جنگوں میں اپنے سرخ عمامے کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے اور غزوہ بدر میں بھی یہ ان کے سر پر تھا اور محمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابودجانہ غزوہ احد میں بھی اسی طرح شامل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور موت پر آپ سے بیعت کی۔ غزوہ احد کے دن حضرت ابودجانہ اور حضرت مصعب بن عمیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور دفاع کیا۔ حضرت ابودجانہ شدید زخمی ہو گئے تھے اور حضرت مصعب بن عمیر اس دن شہید ہوئے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ایک تلوار پکڑی اور فرمایا۔ مَنۡ یَأۡخُذُ مِنِّی ھٰذَا۔ اسے مجھ سے کون لے گا؟ سب نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور ان میں سے ہر ایک نے کہا۔ میں۔ میں۔ آپ نے پھر فرمایا فَمَنۡ یَأۡخُذُہٗ بِحَقِّہٖ۔ کون اس کو اس کے حق کے ساتھ لے گا۔ حضرت انس کہتے ہیں اس پر لوگ رک گئے تو حضرت ابودجانہ نے کہا کہ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ انہوں نے تلوار لی اور مشرکوں کے سر پھاڑ دیئے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابودجانہ نے پوچھا اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا۔ کسی کافر کے مقابل پر نہ بھاگنا۔ اس پر حضرت ابودجانہ نے عرض کیا میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابودجانہ کو تلوار دی تو انہوں نے اس سے مشرکین کے سر پھاڑ دیئے۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ احد کی جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار پیش کی اور فرمایا یہ تلوار میں اس شخص کو دوں گا جو اس کا حق ادا کرنے کا وعدہ کرے۔ بہت سے لوگ اس تلوار کو لینے کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے ابودجانہ انصاری کو وہ تلوار دی۔ ایک جگہ مکہ والوں کے کچھ سپاہی ابودجانہ پر حملہ آور ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک سپاہی سب سے زیادہ جوش کے ساتھ لڑائی میں حصہ لے رہا ہے۔ آپ نے تلوار اٹھائی اور اس کی طرف لپکے لیکن پھر اس کو چھوڑ کر واپس آ گئے۔ آپ کے کسی دوست نے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا تو انہوں نے کہا کہ جب میں اس کے پاس گیا تو اس کے منہ سے ایک ایسا فقرہ نکلا جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ مرد نہیں عورت ہے۔ ابودجانہ نے کہا میرے دل نے برداشت نہ کیا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تلوار کو ایک کمزور عورت پر چلاؤں۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ غرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عورتوں کے ادب اور احترام کی ہمیشہ تعلیم دیتے تھے جس کی وجہ سے کفار کی عورتیں زیادہ دلیری سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی تھیں مگر پھر بھی مسلمان ان باتوں کو برداشت کرتے چلے جاتے تھے۔

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابودجانہ کے پاس لوگ آئے جبکہ آپ بیمار تھے لیکن آپ کا چہرہ بہت چمک رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کا چہرہ کیوں چمک رہا ہے تو حضرت ابودجانہ نے کہا میرے اعمال میں سے میرے دو کام ایسے ہیں جو میرے نزدیک بہت زیادہ وزنی اور پختہ ہیں پہلا یہ کہ میں کبھی ایسی بات نہیں کرتا جس کا مجھ سے تعلق نہ ہو دوسرا یہ کہ میرا دل مسلمانوں کے لئے ہمیشہ صاف رہتا ہے۔ حضرت ابودجانہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے مدینہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر نے اس کی سرکوبی کے لئے 12 ہجری میں لشکر روانہ کیا۔ حضرت ابودجانہ بھی اس لشکر کا حصہ تھے حضرت ابودجانہ نے جنگ یمامہ میں سخت لڑائی کی اور شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔

حضور انور نے فرمایا: اب بعض مرحومین کا میں ذکر کروں گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ ان میں سے ایک شہید ہیں مکرم محبوب خان صاحب ابن سید جلال صاحب ضلع پشاور جن کو مخالفین احمدیت نے 8 نومبر 2020ء کو صبح آٹھ بجے شیخ محمد گاؤں پشاور میں فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شہید مرحوم کی عمر تقریباً 80 سال تھی۔ مرحوم بیشمار خصوصیات کے حامل تھے۔ جب کبھی ان سے احتیاط کی درخواست کی جاتی تو ان کا ایک ہی مؤقف ہوتا کہ اب تو ویسے بھی خدا کے حضور حاضر ہونے کا وقت ہے اگر شہادت مل گئی تو میرے لئے سعادت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرماتا رہے اور ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ فخر احمد فرخ صاحب مربی سلسلہ کا ہے۔ یکم نومبر 2020 کو شام سوا چھ بجے کے قریب اپنے بیٹے احتشام عبداللہ کے ہمراہ احمد نگر سے آتے ہوئے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ان کی وفات ہوئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ دونوں باپ بیٹے کی موقع پر ہی وفات ہو گئی۔ 1996 میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاکستان میں مختلف مقامات پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ پسماندگان میں اہلیہ اور چار بیٹیاں ہیں۔ ان کی اہلیہ لکھتی ہیں کہ مربی صاحب نے ہر معاملے میں دین کو دنیا پر مقدم رکھا مہمان نوازی خدمت خلق خدمت دین کرنے والے تھے اپنے پرائے سب سے پیار کرنے والے تھے بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا کوئی مسئلہ ہو خواہ گھریلو ہو یا خاندانی ہو جماعتی ہو یا غیر از جماعت احباب کا ہو بڑی خوش اسلوبی سے سمجھاتے تھے۔

تیسرا جنازہ ہے احتشام احمد عبداللہ کا ہے جو فخر احمد فرخ کے بیٹے ہیں۔ یہ بھی اپنے والد کے ساتھ ہی روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے تھے۔ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل تھے اور فرسٹ ایئر میں پڑھ رہے تھے۔ ان کی والدہ کہتی ہیں کہ میرا بیٹا بہت سی خوبیوں کا مالک تھا نیک صالح اور تابعدار تھا۔ نمازوں کا پابند تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند کرے۔

اگلا جنازہ مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ابن میاں عبداللطیف صاحب ربوہ کا ہے جن کی 14 ستمبر کو 92 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی محمد علی صاحب کے پوتے تھے۔ لمبا عرصہ سٹیٹ بنک آف پاکستان میں کام کیا۔ وزارت خزانہ میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ معاشیات اور مذہب سے متعلق معاملات سامنے آنے پر ان سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ میں بھی ان سے مشورہ لیتا رہا ہوں۔ بہت صاحب الرائے تھے اور اچھے مضامین لکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆......☆

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad